THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.3, No.4, 2025

حق انتفاع کی معاصر صورتوں کا تحقیقی مطالعہ

A Research Study of Contemporary Forms of the Right of Usufruct (Haqq-e-Intifa)

Arfan Hanif
Lecturer in Islamic Studies, Government Degree College, Kotli, AJK.
PhD Research Scholar, NUML, Islamabad, Pakistan.

Abstract

This research study provides a critical and analytical examination of the contemporary forms of the Right of Usufruct (Haqq-e-Intifa) in Islamic jurisprudence. Usufruct refers to the right to derive benefit or utility from an asset without owning its substance. Islamic law (Sharī'ah) recognizes both lawful and unlawful means of benefiting from owned or non-owned property. Lawful causes of usufruct include Ijarah (leasing), where one acquires benefit in exchange for rent; 'Ariyah (lending), which involves gratuitous transfer of benefit; Waqf (endowment), where the ownership of the asset is transferred to Allah and its benefits are used for charitable purposes; and Ibahah (permissibility), which allows usage without ownership. Conversely, unlawful causes of usufruct include Luqtah (lost property without proper declaration), Amanah (breach of trust), Rahn (misuse of pawned property), Sariqah (theft), and Ghasb (usurpation). In the contemporary era, numerous new forms of usufruct have emerged due to economic developments, financial innovations, and modern contractual relationships. These include various leasing agreements, usufruct in Islamic banking products, time-sharing properties, intellectual property rights, and beneficiary rights in sukuk certificates. This study investigates these modern forms from the perspective of Islamic law, distinguishing between permissible and prohibited practices. The research adopts an analytical and deductive methodology based on classical Fiqh sources and contemporary juristic opinions. The findings aim to provide practical guidance for Muslims in their financial and daily transactions, enabling them to avoid what is unlawful while benefiting lawfully from the rights of usufruct in modern contexts.

Key Words: *Usufruct, Ijarah, Waqf, Islamic jurisprudence, contemporary forms, Haqq-e-Intifa, lawful benefit*

تمہید

اللہ تعالی نے زمین کی تمام چیزیں انسان کے فائدہ کے لیے پیدا کیں مگر قدرت نے ان اشیاء سے استفادہ کے لیے کچھ اصول و قوانین مقرر کیے۔ ان نعمتوں سے استفادہ و انتفاع (Usufruct) کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ یہ اشیاء مملوکہ ہوں اور ان سے انتفاع کا حق صرف مالک کو ہوتا ہے۔ مالک چاہے خود استفادہ کرے یا استفادہ کے لیے دوسروں کو دے۔ مملوکہ اشیاء میں ہم اشیاء کے عین کے بھی مالک ہوتے ہیں اور ان کے فوائد و منافع کے بھی مالک ہوتے ہیں۔ انتفاع کی دوسری صورت غیر مملوکہ اشیاء سے استفادہ کی ہے، یعنی ہم اشیاء کے مالک نہ ہوں، بلکہ وہ کسی اور کی ملکیت میں ہوں، لیکن اس کے باوجود بعض صورتوں میں ان اشیاء کے فوائد و منافع ہمارے لیے جائز ہوتے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ میں غیر مملوکہ اشیاء میں حق انتفاع کے جو جائز اسباب ہیں، ان میں ایک سبب "اجارہ" ہے۔ جس میں کرایہ داری کے معاملات زیر بحث آتے ہیں۔ دوسرا سبب "عاریت" ہے، جس میں ہم کسی چیز کی منفعت کا بلاعوض دوسرے کو مالک بناتے ہیں۔ تیسرا سبب "وقف" ہے، جس میں انسان کو کسی چیز کی ذات کی ملکیت حاصل نہیں ہوتی، بلکہ وہ چیز اللہ تعالی کی ملکیت میں چلی جاتی ہے، اور اس کے منافع سے ہم فی سبیل اللہ انتفاع کرتے ہیں۔ چوتھا سبب "اباحت" ہے، جس میں کسی چیز کو صَرف کرنے یا استعمال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ حق انتفاع کے کچھ اسباب ایسے

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.3, No.4, 2025

ہیں کہ جن سے انتفاع ناجائز ہے۔ ان اسباب میں لقطہ، امانت، رہن، سرقہ اور غصب شامل ہیں۔ عصر حاضر میں حق انتفاع کے باب میں بہت ساری نئی صورتیں وجود میں آئی ہیں جن کی تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ ان پر عمل پیرا ہو کہ ہم حرام سے بچ سکیں۔ ذیل میں ہم حق انتفاع کی مروجہ صورتوں کا تحقیقی جائزہ پیش کریں گے۔

حق انتفاع کا لغوی معنی و اصطلاحی مفہوم

حق انتفاع کا لغوی معنی ہے "فائدہ اٹھانے کا حق"۔[1] اصطلاح میں حق انتفاع کا تصور یہ ہے کہ آدمی کو کسی چیز سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہو جائے۔ اب چاہے وہ شخص خود ان فوائد (Benefits) سے بلاواسطہ مستفید ہو یا کسی اور کو فائدہ اٹھانے کا حق دے کہ بلاواسطہ مستفید ہو۔[2]

اجارہ سے انتفاع کی مروجہ صورتیں اور ان کے شرعی احکام

اجارہ کی چونکہ دو قسمیں ہیں: اجارۃ الاشخاص اور اجارۃ الاعیان۔ پھر اجارۃ الاشخاص یعنی کسی انسان کی خدمات (Services) سے انتفاع کرنا، اس کی بھی دو قسمیں ہیں: اجیر خاص (ملازم) اور اجیر مشترک (پیشہ ورانہ خدمات سر انجام دینے والے کاریگر) ذیل میں ہر ایک کی الگ الگ معاصر صورتیں بیان کی جاتی ہیں۔

اجیر خاص یعنی ملازمت و مزدوری کی مروجہ صورتیں اور شرعی احکام

اجیر خاص سے وہ ہوتا ہے جو اپنا سارا وقت یا وقت کا کچھ حصہ ایک مخصوص فرد، جماعت یا گروہ کے لیے مختص کرتا ہے۔ جیسے سرکاری و پرائیویٹ محکمہ جات کے ملازمین یا فیکٹری، کارخانہ اور کمپنی کے ملازمین یا دیہاڑی دار مزدور وغیرہ۔ ذیل میں اجیر خاص کی معاصر صورتیں بیان کی جاتی ہیں:

ملازمت کے اوقات میں ملازم کا ذاتی کام کرنا

اجیر خاص یعنی ملازم تنخواہ کے عوض اپنا وقتِ ملازمت بیچ چکا ہوتا ہے، اس لیے ملازمت کے دوران وہ مستاجر (یعنی ملازم رکھنے والا، یا مجاز افسر) کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتا۔ البتہ دورانِ ملازمت وہ نماز پڑھ سکتا ہے اور وہ بھی صرف فرض اور سنت مؤکدہ پڑھ سکتا ہے، نفل اور تسبیحات کی اجازت نہیں۔[3] البتہ اگر ملازم ڈیوٹی پر ہو اور اس دوران کوئی کام نہ ہو، بلکہ فارغ ہو، تو وہیں رہتے ہوئے اپنا کوئی ایسا کام کرنے کی گنجائش ہے کہ ضرورت پڑھنے پر وہ فوراً اسے چھوڑ کر ملازمت کا کام کر سکے۔ چنانچہ مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "وقتِ ملازمت دفتر میں رہ کر کوئی ایسا کام کرنے کی گنجائش ہے جس کو بوقت ضرورت چھوڑ کر سرکاری کام کرنا بسہولت ممکن ہو۔"[4]

پٹواری کی ملازمت اختیار کرنا

پٹواری کی ملازمت فی نفسہ جائز ہے۔ پٹواری چونکہ حکومت کا ملازم ہوتا ہے، جسے گورنمنٹ اس کے کام کی تنخواہ دیتی ہے، اس لیے پٹواری اگر اپنی ذمہ داریوں پر عوام سے بھی اپنے لیے کچھ لیتا ہے تو وہ رشوت ہوگی، جو سراسر ناجائز اور حرام ہوگی۔

پولیس کی ملازمت اختیار کرنا

محکمہ پولیس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سنہری دور میں قائم ہوا، جس کا مقصد امن و امان قائم کرنا اور جرائم کی روک تھام ہے۔ یہ محکمہ اگرچہ بہت بدنام ہوا ہے، لیکن اچھے اور دیانتدار افسران و ملازمین ہر محکمہ میں ہوتے ہیں۔ محکمہ پولیس کی ملازمت فی نفسہ جائز ہے، البتہ اس محکمہ میں رہتے ہوئے کوشش کی جائے کہ رشوت، ناجائز سفارش، ذمہ داریوں سے ٹال مٹول اور ظلم سے بچا جائے۔ پولیس کا ملازم بھی سرکاری ملازم ہوتا ہے، جسے گورنمنٹ اس کے کام کی تنخواہ دیتی ہے، اس لیے پولیس اگر اپنی ذمہ داریوں پر عوام سے بھی کچھ لیتی ہے تو وہ رشوت ہوگی جو کہ حرام ہے۔

کمیشن پر چندہ کرنا

مساجد، مدارس یا دیگر مستحقین، مثلاً زلزلہ زدگان اور سیلاب زدگان وغیرہ کے لیے جو چندہ کیا جاتا ہے، اس میں چندہ کرنے والے کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنا کہ جتنا چندہ لاؤ گے اس میں سے اتنا فیصد تمہیں ملے گا، یہ جائز نہیں کیوں کہ اس میں ایک تو اجرت مجہول ہے اور دوسرا اجرت ایسی چیز کو مقرر کیا جا رہا ہے جو اجیر کی محنت اور عمل سے حاصل ہونے والی ہے اور یہ دونوں چیزیں اجارہ کو فاسد کرنے والی ہیں۔[5] چنانچہ فتاوی رحیمیہ میں ہے: "کمیشن پر چندہ ناجائز ہے، یہ

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337
Vol.3, No.4, 2025

اجارہ فاسد ہے"[6] اور احسن الفتاوی میں ہے:"یہ اجرت من العمل ہے جو ناجائز ہے۔ اس کی تصحیح یوں کی جاسکتی ہے کہ اجرت من العمل کا ذکر بطور شرط نہ ہو، بلکہ صرف تعیین و تحدید کے لیے ہو، یہ مفسد نہیں، یعنی قفیز طحان میں یہ شرط نہ ہو کہ اسی طحان سے دیا جائے گا تو جائز ہے۔"[7]

خلاصہ یہ کہ کمیشن پر چندہ کرنا ناجائز ہے۔ البتہ اگر یہ مطلق ہو کہ کہاں سے کمیشن ملے گا تو یہ جائز ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ سفیر ملازم ہو جس کی الگ سے امدادی فنڈ سے تنخواہ مقرر کر دی جائے اور اچھی کارکردگی پر اسے تنخواہ کے علاوہ کوئی انعام وغیرہ دے دیا جائے۔

مروجہ بینکوں میں ملازمت کی صورتیں اور ان کا احکام

پہلی صورت: مروجہ سودی بینکوں کے اکثر معاملات و معاہدات (Transections) چونکہ سود پر مبنی ہوتے ہیں اور سودی بینک کے ملازم کو براہ راست سودی معاملات میں معاون ہونا پڑتا ہے، جیسے: سودی معاملہ کرنا، سود کا معاہدہ لکھنا، سود کی رقم وصول کرنا اور گاہکوں کو سودی معاملات کی راہنمائی کرنا وغیرہ۔ اس لیے مروجہ کمرشل بینکوں کی ملازمت شرعاً ناجائز ہے۔[8]

دوسری صورت: کمرشل بینکوں میں بعض ملازمتوں کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ جس میں ملازم کو براہ راست سودی معاملات سے واسطہ نہیں پڑتا۔ جیسے: ڈرائیور، چوکیدار، باورچی، خاکروب کیشئیر یا جائز ریسرچ وغیرہ، سودی بینکوں میں اس طرح کی ملازمت کرنا جائز ہے۔ البتہ اہل افتاء کا کہنا ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے بھی اجتناب کیا جائے اور متبادل کوئی ملازمت اختیار کی جائے۔

تیسری صورت: آج کل مروجہ غیر سودی بینکاری اور اسی طرح کمرشل بینکوں کی غیر سودی ونڈوز (Windos) میں ماہر مفتیانِ کرام کی نگرانی معاملات و معاہدات ہو رہے ہیں جن میں سود نہیں ہوتا، اس لیے ان میں ملازمت اختیار کرنا جائز ہے۔

آڈیٹر / اکاؤنٹینٹ (Accountant) کی نوکری کا حکم

عصر حاضر میں مختلف اداروں اور کمپنیوں میں اکاؤنٹینٹ ہوتے ہیں جو وہاں کے حسابات کو چیک کرتے ہیں۔ یہ ادارے اور کمپنیاں بینکوں سے سودی قرضے لیتی ہیں جس کی وجہ سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید ان کی آمدن جائز نہ ہو۔ افضل تو یہی ہے کہ جہاں حرام کا شبہ ہو وہاں سے پرہیز کیا جائے، لیکن اکاؤنٹینٹ کی آمدنی اس شبہ کی وجہ سے حرام نہیں ہوگی، بلکہ فی نفسہ اس کی نوکری جائز ہے۔[9] چنانچہ دارالافتاء جامعہ بنوریہ عالمیہ سے جاری شدہ ایک فتوی میں ہے:"آڈیٹر کا تعلق چونکہ براہ راست سودی لین دین سے نہیں ہوتا، بلکہ پہلے سے انجام دیئے ہوئے معاملات کی چھان بین سے ہوتا ہے، اس لیے اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔"[10]

ملازم کا مدتِ مقررہ سے پہلے ملازمت چھوڑنے پر تنخواہ کاٹنے کی شرط لگانا

آج کل بہت سے اداروں اور کمپنیوں میں ملازمت شروع کرتے وقت یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ وقت سے پہلے ملازمت چھوڑنے پر ایک یا دو کی تنخواہ کاٹی جائے گی یا ملازمت چھوڑنے سے پیشگی اطلاع نہ کرنے پر اس ماہ کی تنخواہ کاٹی جائے گی۔ اس طرح کی شرط لگانا، شرطِ فاسد ہے، اس لیے کہ یہ ملازمت کے معاہدہ کے خلاف شرط ہے۔ معاہدہ ملازمت کا تقاضا یہ ہے کہ جب ملازم اپنی ڈیوٹی پوری کرے تو اسے اس کی پوری تنخواہ دی جائے۔ بلاوجہ تنخواہ روکنا یا کاٹنا ظلم ہے۔ اس شرط سے ملازمت کا معاہدہ فاسد ہو جائے گا اور عقدِ فاسد کا فسخ کرنا فرض ہے۔ چنانچہ مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ احسن الفتاوی میں اس طرح کی شرط کے بارے میں لکھتے ہیں: اس شرط سے اجارہ فاسد ہو گیا، جس کا حکم یہ ہے کہ اجرِ مثل اور اجرتِ مقررہ میں سے اقل کا مستحق ہو گا۔[11]

سرکاری ملازم کا اپنے کام کی اجرت لینا

سرکاری ملازم کے لیے جو کام اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہیں، اس پر لوگوں سے اجرت لینا یا چائے پانی اور کچھ لینا رشوت ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔ رشوت لینا بہت گھناؤنا عمل ہے، جس پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ البتہ جو کام ملازم کے ذمہ نہیں، انہیں اوقاتِ ملازمت کے علاوہ سرانجام دے کر اس کی اجرت لینا جائز ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.3, No.4, 2025

اجیر کا ملازمت کے لیے جعلی ڈگری بنوانا

ڈگری دراصل اس بات کی گواہی ہوتی ہے کہ ڈگری ہولڈر نے تعلیمی مشقتیں برداشت کرکے اپنی محنت کے بل بوتے پر اتنے نمبرات ح اصل کیے۔لہذا ملازمت کے حصول کے لیے جعلی ڈگری بنوانا اور اس کے بل بوتے پر ملازمت حاصل کرنا دھوکہ اور بد دیانتی ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔اگر جعلی ڈگری ہولڈر متعلقہ کام کی اہلیت نہیں رکھتا تو اس کی تنخواہ حرام ہوگی اور یہی حکم نقل کرکے پاس ہونے کا بھی ہے۔اس میں بھی چونکہ جھوٹ، دھوکہ اور خیانت کا ارتکاب پایا جاتا ہے۔لہذا جعلی ڈگری حاصل کرنا یا نقل کرکے پاس ہونے سے بچنا ضروری ہے۔حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا"[12] جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔یعنی وہ ہم مسلمانوں کی جماعت میں سے نہیں۔

امتحانات میں عملہ کا طلباء کو نقل کروانا یا نقل سے نہ روکنا

جیسے امتحان میں نقل کرنا جائز نہیں ویسے امتحانی عملہ کا طلباء کو نقل کروانا، نقل میں معاون بننا یا انہیں نقل سے نہ روکنا کئی گناہوں کا مجموعہ ہونے کے باعث ناجائز اور حرام ہے۔یہ دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی ہے۔عملہ کا اپنے فرائض میں بدترین کوتاہی اور ادارے اور بورڈ کے ساتھ بدعہدی ہے، کیوں کہ ادارے یا بورڈ نے ان پر اعتماد کرکے اور انہیں اجرت دے کہ یہ ذمہ داری سونپی ہے، لہذا عملے کا نقل میں معاون بننا یہ اپنے فرائض منصبی میں خیانت ہے اور یہ قانون کی بھی خلاف ورزی ہے کیوں کہ حکومتی قانون میں بھی نقل جرم ہے۔

ملازم کا اپنے ادارے کے لیے خرید و فروخت کے معاملات میں کمیشن رکھنا

سرکاری ادارہ اپنے لیے جب کوئی چیز خریدنے کے لیے کسی ملازم کو بھیجتا ہے، تو وہ ملازم ادارہ کا وکیل ہوتا ہے۔وکیل کی خریداری کے معاہدات ادارہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں، لہذا دکاندار یا کمپنی اگر اس چیز کی قیمت میں کوئی رعایت کرتی ہے تو وہ رعایت یا کمیشن ادارہ اور محکمہ کا ہوتا ہے، ملازم کا وہ کمیشن خود رکھنا قطعاً جائز نہیں اور اگر ملازمین و افسران نے وہ چیز خرید کر زیادہ رقم کا بل بنوا کے دھونس دھاندلی کی تو یہ اجتماعی مال میں بدترین غبن اور خیانت ہوگی، جو سراسر ناجائز اور حرام ہے۔[13]

عہدے دار اور صاحبِ منصب کا اپنے ماتحتوں سے یا عوام سے تحائف لینا

جب کوئی شخص کسی عہدہ پر فائز ہوتا ہے تو اس منصب پر اس کی ذاتی حیثیت کے بجائے عہدہ کی حیثیت زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔اسے ملنے والے تحائف اس عہدہ کے ہوتے ہیں، جو دراصل بیت المال اور سرکاری خزانہ کی ملکیت ہوتے ہیں۔بعض لوگ اپنے کام نکلوانے اور تعلقات بڑھانے کے لیے اِس عہدہ دار کی ضیافت کرتے ہیں اور ہدیہ دیتے ہیں جو دراصل رشوت کا ایک مہذب طریقہ ہے۔صاحب منصب کو اگر کسی نے اپنے ذاتی تعلق کی وجہ سے تحفہ دیا تو اس کے لیے یہ ہدیہ و تحفہ استعمال کرنا جائز ہوگا، اور اگر کسی نے اس عہدہ سے منفعت حاصل ہونے کی وجہ سے تحفہ دیا یا آئندہ منفعت حاصل ہونے کی امید اور طمع میں دیا تو وہ رشوت ہوگا۔اس کی پہچان کا طریقہ یہ ہے اگر کسی شخص سے تحفے کا لین دین عہدہ ملنے سے پہلے کا ہے، اس طور پر کہ اگر یہ شخص اس عہدہ پر نہ ہوتا تب بھی اسے تحفہ ملتا تو ایسے تحفے کا استعمال جائز ہے، لیکن اگر تحفہ عہدہ ملنے کے بعد عہدہ کی وجہ سے ملا تو یہ رشوت ہے، رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی۔[14] لہذا صاحب منصب کے لیے تحائف کے لین دین میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

اجیر مشترک کی مروجہ صورتیں اور شرعی احکام

اجیر مشترک وہ ہوتا ہے جو کسی معین شخص یا ادارہ کے لیے کام نہیں کرتا، بلکہ وہ مختلف لوگوں کے کام کرتا ہے۔جیسے: درزی، بڑھئی، مکینک اور وکیل وغیرہ۔ذیل میں اجیر مشترک کی معاصر صورتیں بیان کی جاتی ہیں:

وکالت کی ملازمت اختیار کرنا

وکالت کا پیشہ اختیار کرنا فی نفسہ جائز ہے، البتہ جس مقدمہ میں جھوٹ بولنا پڑے اور ناحق کو حق ثابت کرنا پڑے، تو ایسا مقدمہ لینا ناجائز اور حرام ہے اور اس کی اجرت بھی حرام ہوگی۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.3, No.4, 2025

مروجہ ٹھیکہ داری طریقہ(Contract System)

مروجہ ٹھیکہ داری نظام یہ ہے کہ کوئی شخص ایک مخصوص رقم کے بدلے مکان بنانے، سامان پہنچانے یا فرنیچر وغیرہ بنانے کی ذمہ داری اٹھائے۔ ٹھیکہ داری کی وہ صورت جس میں سامان (Material) مالک کا ہو، اجارہ کہلاتی ہے اور جس صورت میں سامان ٹھیکہ دار کا ہو، وہ استصناع کہلاتی ہے۔ فی نفسہ ٹھیکہ داری کی دونوں صورتیں جائز ہیں بشرطیکہ اجارہ کی تمام شرائط کا پورا خیال رکھا جائے۔ جیسے کام حلال ہو، کام کی نوعیت اور دیگر ضروری تفصیلات طے ہوں، اجرت متعین ہو اور کوئی شرط فاسد نہ لگائی جائے۔[15]

ٹھیکیدار کے لیے جائز ہے کہ وہ خود کام کرے یا آگے کسی اور کو ٹھیکہ پر دے کر کام کروائے۔ البتہ اگر مالک نے اسی ٹھیکیدار کی نگرانی میں کام کرنے شرط لگائی ہے تو پھر اس ٹھیکہ دار کا کسی اور سے کام کروانا جائز نہیں ہو گا۔[16]

رشتہ کروانے کی اجرت لینا

اگر کوئی شخص کسی کا رشتہ کروانے کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے اور دونوں فریقین سے پہلے رقم طے کرتا ہے تو اس کا اجرت لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ کوئی دھوکہ دہی اور غلط بیانی نہ کی جائے۔[17]

درزی کے پاس بچا ہوا کپڑا کس کا ہے؟

درزی اجیر مشترک ہے۔ اسے جو کپڑا سینے کے لیے دیا جاتا ہے وہ درحقیقت اس کے پاس امانت ہوتا ہے۔ اس کا کام سلائی کر کے اس کی اجرت لینا ہے۔ درزی کے لیے کپڑوں میں غیر ضروری تصرف کرنا جائز نہیں۔ کپڑا سلائی کرنے کے بعد جو بچتا ہے وہ مالک کا ہوتا ہے، جسے واپس کرنا ضروری ہے اور مالک کی اجازت کے بغیر خود رکھنا جائز نہیں۔ البتہ کپڑے کی معمولی کترنیں جو عام طور پر مالک خود چھوڑ جاتے ہیں، درزی وہ رکھ سکتا ہے، لیکن اگر کپڑا معقول مقدار میں بچ جائے تو وہ مالک کی اجازت کے بغیر رکھنا جائز نہ ہو گا۔ چنانچہ فتاوی رحیمیہ میں ہے: "اگر بچا ہوا کپڑا اتنی مقدار میں ہے کہ اس کو واپس کرنے کا عرف ہے تو اس بچے ہوئے کپڑے کا وہی مالک ہے جس کا کپڑا ہے، اس کو واپس کرنا چاہیے۔"[18]

آن لائن اشیاء منگوانے یا بھیجنے پر سامان ضائع ہونے کی صورت میں نقصان کی ذمہ داری کس پر؟

آج کل آن لائن کوئی چیز بھیجنی یا منگوانی ہو تو ڈاک خانہ (Post Office) یا (T,C,S) وغیرہ کے ذریعے منگوائی جاتی ہے۔ اس میں بعض اوقات چیز ٹوٹ جاتی ہے اور بعض اوقات معمولی نقصان ہو جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس نقصان کا ذمہ دار کون ہے؟ شرعی لحاظ سے سامان لانے والی یہ کمپنیاں اجیر مشترک ہیں۔ اجیر مشترک اگر تعدی کرے تو وہ نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے، ورنہ نہیں۔ مذکورہ کمپنیوں کے ضوابط میں یہ ہوتا ہے کہ وہ کوئی نازک یا جلد ضائع ہونے والی چیز نہیں بھیجتیں، اگر بھیجیں بھی تو مالک کو صراحتاً بتایا جاتا ہے کہ کمپنی ذمہ دار نہ ہو گی۔ البتہ عام طور پر اگر کوئی چیز گم ہو جائے یا نقصان ہو جائے تو کمپنی ذمہ دار ہوتی ہے۔ یہاں سب شرائط واضح ہوتی ہیں، کسی قسم کی ابہام نہیں ہوتا۔

گڈز ٹرانسپورٹ پر سامان ضائع ہونے پر نقصان کا ذمہ دار کون؟

آج کل بھاری سامان لوگ دوسرے شہروں سے زیادہ تر گڈز ٹرانسپورٹ کے ذریعے منگواتے ہیں۔ گڈز ٹرانسپورٹ والوں نے ہدایات دی ہوتی ہیں کہ سامان لاتے ہوئے اگر ٹوٹ جائے یا نقصان ہو جائے تو وہ اس کی تلافی کے ذمہ دار ہوتے ہیں، البتہ کمزور اور نازک سامان کے ٹوٹنے کے وہ ذمہ دار نہیں۔ یہ سب طے ہونے کے باوجود لوگ ان سے سامان منگواتے ہیں اور کسی قسم کا نزاع نہیں ہوتا۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337
Vol.3, No.4, 2025

اجارۃ الاعیان (Leasing) یعنی کرایہ داری کی مروجہ صورتیں اوران کے شرعی احکام

استعمالی چیزوں کو اجارہ پر دینا اور لینا

استعمال کی اشیاء کو اجارہ پر دینا فی نفسہ جائز ہے۔ جیسے لباس، جوتے، ڈیکوریشن کا سامان، گاڑیاں، زیورات، شادیوں میں برتن اور دیگر سامان وغیرہ۔ استعمالی اشیاء دو طرح کی ہوتی ہیں: ایک وہ جو تغیر پذیر ہوتی ہیں اور استعمال کرنے والے (User) کے اعتبار سے بدل جاتی ہیں۔ جیسے ڈرائیور کی مثال لے لیں کہ ہر گاڑی چلانے والا ڈرئیور ماہر نہیں ہوتا۔ کسی کی ڈرائیونگ بہت محتاط ہوتی ہے، جس کی وجہ سے موجر اسے گاڑی دینے پر تیار ہوتا ہے، اور کسی کی ڈرائیونگ بہت غیر محتاط ہوتی ہے جس میں گاڑی کے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے موجر اسے گاڑی دینے پر راضی نہیں ہوتا۔ دوسری قسم کی وہ اشیاء ہیں جو عام استعمال سے تغیر پذیر نہیں ہوتیں، جیسے رہائشی مکانات وغیرہ

لہذا ایسی استعمالی اشیاء جو تغیر پذیر ہوتی ہیں، ان میں اجارہ کرتے وقت موجر نے جو شراط لگائی ہوں، مستاجر کے ذمے ان شرائط کی پابندی لازمی ہے۔ مثلاً کسی نے گاڑی کرایہ پر لی تو موجر یا مستاجر نے یہ شرط لگائی کہ اسے فلاں چلائے گا، اس کے علاوہ کوئی نہیں چلائے گا، تو اب مستاجر کے ذمہ لازم ہے کہ وہ گاڑی متعلقہ شخص کے علاوہ کسی اور کو نہ دے۔ شرائط کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں اگر نقصان ہوتا ہے تو مستاجر اس کا ذمہ دار ہوگا۔[19] اور اگر تغیر پذیر چیزوں کے اجارہ میں کوئی شرط نہیں لگائی گئی تو ان کے استعمال میں عرف وعادت کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں استعمال کیا جائے۔ ان اشیاء کو استعمال کرنے کا جو عرف نہ ہو اس میں استعمال نہ کیا جائے۔

استعمال کی وہ اشیاء جو تغیر پذیر نہیں ہوتیں، ان میں موجر کی لگائی گئی شرط کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ جیسے مکان عام طور پر رہنے والے کے اعتبار سے تغیر پذیر نہیں ہوتا، لہذا اگر مکان کرایہ پر دیتے وقت موجر شرط لگائے کہ اس میں صرف زید رہے گا عمر نہیں رہے گا، تو ایسی شرط اور تعیین باطل ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔[20]

بینک کے لاکرز میں اپنی قیمتی اشیاء جیسے سونا یا دیگر کاغذات وغیرہ رکھوانا

بینکوں میں کوئی قیمتی چیز بطور حفاظت کے رکھوانے کے لیے لاکرز ہوتے ہیں، جہاں کوئی بھی شخص اپنی قیمتی اشیاء جیسے سونا یا دیگر کاغذات وغیرہ حفاظت کے طور پر رکھوا سکتا ہے۔ شرعی لحاظ سے صارف وہ لاکرز کرایہ پر لیتا ہے جس کا وہ کرایہ اداء کرتا ہے، اس میں کسی قسم کا سودی معاملہ نہیں ہوتا، یہ خالصتاً اجارہ کا معاملہ ہے، اس لیے یہ جائز ہے۔

گاڑی اجارہ (Rent) پر لینا

گاڑی کرایہ (Rent) پر لینا دینا شرعاً بلکل جائز ہے۔ البتہ اس میں اجرت اور مدت معلوم ہونی چاہیے۔ اس میں کوئی ایسا ابہام نہ ہو جو نزاع کا باعث بنے۔[21] آج کل گاڑی کرایہ پر لیتے وقت اس کی مدت بسا اوقات گھنٹوں کے اعتبار سے طے کی جاتی ہے اور بعض اوقات دنوں کے اعتبار سے طے ہوتی ہے۔ اجرت بھی ہر دو اعتبار سے پہلے طے کی جاتی ہے۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔[22]

شادی کے کپڑے مثلاً لہنگا، میکسی وغیرہ کرایہ پر لینا

آج کل شادیوں میں دلہن کے کپڑے (لہنگا، میکسی وغیرہ) کرایہ پر لیے جاتے ہیں، جن کا کرایہ بھی معلوم ہوتا ہے اور مدت بھی معلوم ہوتی ہے۔ شرعاً کپڑوں کو اجارہ پر لینا دینا جائز ہے، اس میں کوئی ممانعت نہیں۔[23] البتہ لباس میں شریعت کی ہدایات مد نظر رکھی جائیں، جیسے لباس ساتر ہو، اس سے اعضائے مستورہ نظر نہیں آنے چاہییں اور فضول خرچی، نام ونمود، شہرت اور اسراف نہ ہو۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.3, No.4, 2025

شادی کے برتن اور دیگر سامان اجارہ پر دینا لینا

آج کل مختلف پروگرامات ہوتے ہیں، چاہے وہ دینی ہوں، سیاسی ہوں یا پھر شادی غمی کے ہوں، اس میں ٹینٹ سروس والوں سے مختلف قسم کا سامان (کرسیاں، میز، برتن شامیانے وغیرہ) کرایہ پر لیا جاتا ہے۔ اس میں ہر ایک چیز کا کرایہ پہلے سے طے ہوتا ہے۔ مدت کی تعیین بھی پروگرام کی نوعیت سے معلوم ہو جاتی ہے۔ چیز ضائع ہونے پر مستاجر ذمہ دار ہوتا ہے، لہذا شرعاً اس کرایہ داری کے معاملہ میں کوئی ممانعت نہیں۔

شادی ہال کرایہ پر دینا

شادی ہال کرایہ پر دینا جائز ہے، البتہ اگر پہلے سے یہ معلوم ہو کہ شادی میں شریعت کے خلاف کاموں کا ارتکاب کیا جائے گا تو پھر ہال کرایہ پر دینا مکروہ ہے۔

مروجہ پگڑی کی مختلف صورتیں اور ان کا شرعی حکم

پگڑی حقِ قرار کا نام ہے، جس سے کرایہ دار اس بات کا حق دار ہو جاتا ہے کہ کرایہ داری طویل مدت تک باقی رکھے۔ عصر حاضر میں دکان کرایہ پر لیں تو پگڑی کی ایک بھاری رقم دکانداروں کو ادا کرنا پڑتی ہے۔ اب تو مارکیٹ میں پگڑی کے نام پر اتنی بھاری رقمیں دینا پڑتی ہیں کہ بسا اوقات اُتنی قیمت دکان کی بھی نہیں ہوتی۔ مروجہ پگڑی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مالک کرایہ دار سے ایڈوانس کرایہ کی مد میں بڑی رقم لیتا ہے اور پھر یہ رقم ماہانہ کرایہ میں شمار ہوتی ہے، اگر کرایہ دار اس پر راضی ہو تو پیشگی کرایہ لینا جائز ہے۔[24]

مروجہ پگڑی کی ناجائز صورت یہ ہے کہ کرایہ دار سے کرایہ کے علاوہ ایڈانس یکمشت بڑی رقم لی جاتی ہے، جس سے کرایہ دار اس بات کا حق دار ہو جاتا ہے کہ کرایہ داری طویل مدت تک باقی رکھے۔ پگڑی کی یہ صورت آج کل بہت رائج ہے جو شرعی نقطہ نظر سے ناجائز ہے، کیوں کہ یہ رقم یا تو رشوت ہے اور یا حق مجرد کا عوض ہے اور حق مجرد کا عوض لینا ناجائز ہے۔ چنانچہ فتاوی عثمانی میں ہے: "مروجہ پگڑی کا لین دین شرعاً جائز نہیں"[25] مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: یہ پگڑی کی صورت ہے اور حق استیجار کی بیع ہے، جو حقِ مجرد ہے اور حقوقِ مجردہ کی بیع شرعاً ناجائز ہے۔[26] خلاصہ یہ کہ مروجہ پگڑی کی شکل حرام ہے۔ اگر کسی نے یہ رقم لے لی تو کرایہ دار کو واپس کرنا ضروری ہے۔ البتہ ایڈانس کرایہ لینا جائز ہے۔

مالک کا مکان یا دکان کی سکیورٹی (Security) کے نام پر رقم وصول کرنا

مکان یا دکان کو کرایہ پر دیتے وقت مالک کچھ رقم ایڈوانس سیکیورٹی (زرِ ضمانت) کے نام پر لیتے ہیں کہ اگر کرایہ دار نے مکان دکان چھوڑتے وقت کوئی واجبات ادا نہ کیے، مثلاً بجلی، گیس یا پانی کے بل ادا کیے بغیر چلا گیا، یا دکان مکان کی کوئی چیز توڑ پھوڑ دی، تو ایسی صورت میں سیکورٹی کی رقم سے وہ واجبات پورے کیے جاتے ہیں، اور اگر کوئی واجب ذمہ نہ ہو تو وہ رقم واپس ادا کرنا ہوتی ہے۔ سکیورٹی کی نام پر یہ رقم لینا شرعاً جائز ہے، جس کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ یہ رقم ابتداءً امانت ہوتی ہے لیکن چونکہ عرفاً مالک کو یہ رقم استعمال کرنے کی اجازت ہوتی ہے تو انتہاءً یہ قرض ہوتی ہے، جو مکان دکان چھوڑتے وقت واجب الاداء ہوتی ہے۔ کرایہ داری کے معاملے میں قرض (سکیورٹی) کی شرط لگانا اصولاً تو جائز نہیں، لیکن یہ شرط اب بہت معروف ہوگئی ہے جو مفضی الی النزاع نہیں، لہذا سکیورٹی کی رقم لینا اور وہ رقم اپنے استعمال میں لانا جائز ہے، البتہ معاہدہ کے اختتام پر اگر واجبات ذمہ نہ ہوں تو یہ رقم ہر حال میں واپس کرنا ضروری ہے۔[27]

دکان یا مکان کرایہ پر لے کر آگے زائد کرایہ پر دینا

آج کل لوگ دکان یا مکان کرایہ پر لے کہ آگے زائد کرایہ پر دے دیتے ہیں۔ یہ زائد کرایہ درمیان والے کرایہ دار کا نفع ہوتا ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے کرایہ پر لیے گئے مکان یا دکان کو مالک کی اجازت سے اتنے ہی کرایہ پر آگے دینا جائز ہے۔ لیکن اگر زیادہ کرایہ پر دیا تو یہ صورت عام طور پر ناجائز ہے، البتہ جواز کی دو صورتیں ہیں:

1. ایک یہ کہ اگر کرایہ کی جنس تبدیل کر دی جائے، یعنی جس کرنسی کے ساتھ اس نے مکان یا دکان اجارہ پر لیے، آگے کسی دوسری کرنسی کے عوض اجارہ پر دیے تو کرایہ کی جنس تبدیل کرنے کی وجہ سے کرایہ میں اضافہ کرنا جائز ہوگا۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.3, No.4, 2025

2. دوسری صورت یہ ہے کہ کرایہ دار نے مکان یا دکان میں کسی قسم کا اضافی کام کیا، مثلا رنگ روغن، فرنیچر، ڈیکوریشن، یا کوئی اور تعمیراتی کام کروایا تو اب مالک کرایہ میں اضافہ کر سکتا ہے۔[28]

بازار میں دکان کے سامنے ٹھیلہ یا اسٹالز لگانے والوں سے دکاندار کا کرایہ وصول کرنا

آج کل یہ صورت بکثرت پائی جاتی ہے کہ دکان دار دکان کے سامنے کی جگہ کسی ٹھیلے والے کو کرایہ پر دیتا ہے۔ چنانچہ ٹھیلے والا وہاں اپنی چیز بیچتا ہے، اور وہاں ٹھیلہ لگانے کا دکاندار کو کرایہ دیتا ہے۔ شرعاً دکاندار کا اپنی دکان کے سامنے کی جگہ کو جو عام طور پر فٹ پاتھ کہلاتی ہے، کرایہ پر دینا ناجائز ہے اور وہاں کھڑے ہو کر اشیاء فروخت کرنے والے سے کرایہ لینا ناجائز اور حرام ہے۔[29] وجہ یہ ہے کہ آدمی اس چیز کو کرایہ پر دے سکتا ہے جو اس کی ملکیت ہو۔ بازار میں دکانوں کے سامنے کی جگہیں سرکاری ہوتی ہیں، جو دکاندار کی ملکیت نہیں ہوتیں۔ لہذا ان جگہوں کو کرایہ پر دینا گویا ان پر قبضہ کرنا ہے، حالانکہ دکان کے سامنے کی جگہیں عوامی گزر گاہیں ہوتی ہیں، جو کسی کی ایک شخص کی ملکیت نہیں ہوتیں، بلکہ گورنمنٹ کی ہوتی ہیں۔ لہذا دکان کی سامنے کی جگہوں کا کرایہ پر دینا اور کرایہ وصول کرنا سراسر ناجائز اور حرام ہے۔ آج کل اس طرح کے قبضہ کا رواج بہت عام ہو گیا ہے۔

اسی طرح فٹ پاتھ پر، راستے پر یا دکان کے سامنے کی جگہوں پر چیزیں فروخت کرنا تب جائز ہے جب گزرنے والے لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور قانوناً اس کی اجازت ہو۔ لہذا اگر گزرنے والے لوگوں کا راستہ تنگ ہوتا ہو، یا قانوناً منع ہو تو پھر ان جگہوں پر اسٹال لگانا جائز نہیں، اور گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو کہیں اور جگہ کا بندوبست کر کے دے۔

کرایہ کے مکان و دکان کی مرمت و اصلاح (Maintenance) کا کام کس کے ذمے ہے؟

جب دکان یا مکان کرایہ پر لیا جاتا ہے تو وقتاً فوقتاً ان کی مرمت و اصلاح کی ضرورت پڑتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرمت کا کام شرعاً کس کی ذمہ داری ہے؟ یاد رہے کہ کرایہ کے مکان یا دکان میں ملکیت مالک کی ہوتی ہے اور دکان و مکان کو قابل انتفاع بنانے کی ذمہ داری مالک پر ہوتی ہے۔ لہذا جن کاموں کا تعلق مکان کی تعمیرات و اصلاح سے ہو اور جس کا فائدہ مالک مکان کو بھی ہو وہ اخراجات مالک مکان کے ذمہ ہیں۔[30] کرایہ دار پر کسی ایسی تعمیری ذمہ داری کی شرط لگانا جس کا فائدہ مدت اجارہ ختم ہونے کے بعد بھی باقی رہے، جائز نہیں۔[31] البتہ معمولی نوعیت کی کہیں مرمت کا کام ہے تو وہ عرفاً کرایہ دار کے ذمہ ہوتا ہے۔[32]

فارمیسی لائسنس (Pharmacy license) کو میڈیکل سٹور والوں کو کرایہ پر دینا

میڈیکل سٹور کھولنے کے لیے قانوناً ضروری ہے کہ امیدوار باقاعدہ کورس کر کے ڈگری یا ڈپلومہ لے۔ گورنمنٹ کی طرف سے اِس ڈگری ہولڈر کو میڈیکل اسٹور کھولنے کا جو اجازت نامہ یا حق دیا جاتا ہے، وہ لائسنس کہلاتا ہے۔ لائسنس کا استعمال صرف اسی شخص کی ذات تک محدود ہوتا ہے، جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ادویات کی ترسیل ایسا شخص کرے جو مستند اور تجربہ کار ہو، تاکہ جعلی و نقلی اور غلط ادویات سے حفاظت ہو سکے۔ فارمیسی لائسنس کوئی مال نہیں جسے اجرت پر دیا جا سکے۔ لہذا فارمیسی لائسنس کو اجرت پر دینا اور اس کی اجرت لینا شرعاً و قانوناً منع ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔[33]

تعلیمی اداروں کا داخلہ کے وقت سکیورٹی (Security) کے نام پر رقم وصول کرنا

سکول کالج یا یونیورسٹی میں داخلہ کے وقت کچھ رقم وہ ایڈوانس سیکیورٹی (Security) کے نام سے لیتے ہیں تاکہ اگر طالب علم نے ادارہ چھوڑتے وقت ادارہ کے کوئی واجبات ادا نہ کیے ہوں یا کوئی نقصان کیا تو وہ اس رقم سے ان واجبات کی تلافی کرتے ہیں، اور اگر طالب علم کے ذمے کوئی واجب باقی نہ رہا تو وہ رقم تعلیمی دورانیہ مکمل کرنے کے بعد یا ادارہ چھوڑتے وقت طالب علم کو واپس کر دی جاتی ہے۔ سکیورٹی کے نام پر یہ رقم لینا شرعاً جائز ہے۔ شرعاً یہ رقم ابتداءً امانت ہوتی ہے، لیکن عرفاً چونکہ ادارہ کو یہ رقم استعمال کرنے کی اجازت ہوتی ہے، لہذا انتہاءً قرض ہوتی ہے، جو بہر صورت واجب الاداء ہوتی ہے۔[34]

داخلہ فیس لینے کا حکم

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.3, No.4, 2025

تعلیمی اداروں میں داخلہ فیس لینے کا جو رواج ہے بظاہر اس کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ البتہ داخلہ کاروائی کے وقت جو اخرجات آئیں، مثلاً ٹیسٹ لینے والے عملے کو اجرت دینا، یا داخلہ فارم اور پراسپیکٹس پر جو اخرجات آئیں، ان کی جتنی اجرت بنتی ہے وہ لینے کی گنجائش ہے۔ اس کے علاوہ داخلہ فیس کے نام بھاری فیس وصول کرنا شرعاً جائز نہیں۔[35]

طلباء سے تنبیہ کی خاطر مالی جرمانہ (Fine) کرنا

آج کل تعلیمی اداروں میں طلباء کو تنبیہ کی خاطر سزا کے بجائے مالی جرمانہ (Fine) کیا جاتا ہے۔ مثلاً کثرت سے لیٹ آنا، مسلسل غیر حاضری کرنا، ہوم ورک میں غفلت کرنا، ٹیسٹوں میں فیل ہونا، یونیفارم کے بغیر سکول آنا یا لیٹ فیس جمع کروانا وغیرہ۔ اسکول انتظامیہ کا ان مذکورہ وجوہ کی بناء پر مالی جرمانہ لینا شرعاً جائز نہیں ہے، نیز فیس وقت پر جمع نہ کرانے کی صورت میں جرمانہ لینا سود بھی ہے۔ پس وصول کردہ رقم اسکول کے لیے حلال نہیں ہے۔ جن جن طلباء سے جرمانہ لیا گیا ہے ان کو واپس کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی ادارے میں مالی جرمانہ وصول کرنے کا معمول ہو تو اسے فوراً ختم کر دینا چاہیے، اس کے بجائے کوئی ایسی جائز صورت اختیار کی جائے جس سے بچے پابندی سے حاضری دیں۔

اگر لاعلمی یا دینی ماحول نہ ہونے کی وجہ سے کسی ادارے میں جرمانے کی رقم جمع ہوگئی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کے مالکان معلوم و متعین ہوں تو انہیں واپس کر دی جائے، پھر وہ جہاں چاہیں صرف کر دیں، ان پر کسی قسم کا اخلاقی دباؤ یا جبر نہ ہو، پھر اگر رقم کا مالک بالغ طالبِ علم ہو یا نابالغ طالبِ علم کا سرپرست ہو اور وہ طیبِ نفس کے ساتھ یہ رقم ادارے کے اخراجات میں دے دے تو اس کے استعمال کی اجازت ہوگی، اور اگر کسی طریقے سے بھی اصل حق دار معلوم نہ ہو تو یہ رقم اسکول میں لگانے کے بجائے ثواب کی نیت کے بغیر صدقہ کرنا ضروری ہو گا۔[36]

بڑی شاہرات پر گاڑیوں سے ٹول ٹیکس لینا

ہمارے ملک میں موٹرویز پر ٹول پلازہ ہوتا ہے، جہاں سے گزرنے پر گاڑیوں سے مختلف اعتبار سے ٹول ٹیکس لیا جاتا ہے۔ بڑی گاڑیوں سے زیادہ ٹیکس، جبکہ چھوٹی گاڑیوں سے کم ٹیکس لیا جاتا ہے۔ گاڑی جب موٹروے پر داخل ہوتی ہے تو ڈرائیور وہاں بنے کاؤنٹر سے گذرتے ہوئے قیمت ادا کر کے ایک ٹوکن لیتا ہے۔ گویا وہ موٹروئے کو استعمال کرنے کا کرایہ ادا کرتا ہے۔ اسی طرح ہائی ویز اور دوسری سڑکوں پر بھی ٹول ٹیکس لیا جاتا ہے۔ ٹول ٹیکس کی اس رقم سے گورنمنٹ سڑکوں کی تعمیر اور مرمت و اصلاح کا کام کرتی ہے۔ شرعی طور پر سڑکوں کو استعمال کرنے کا کرایہ دینا اور لینا دونوں جائز ہیں، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

گاڑی پارکنگ کا کرایہ لینا

آج کل گاڑی پارکنگ کا معمول بن چکا ہے۔ آپ بازار، مارکیٹ، ہسپتال یا پارک وغیرہ میں جائیں تو گاڑی پارکنگ کی جگہیں بنی ہوتی ہیں جہاں حفاظت پر معمور سکیورٹی گارڈ پارکنگ کے ٹکٹ دیتا ہے، اور واپسی پر دوبارہ ٹکٹ چیک کر کے جانے دیتا ہے۔ شرعاً پارکنگ کا کرایہ لینا جائز ہے۔ اس میں مدتِ اجارہ مجہول نہیں ہوتی بلکہ عام طور پر ٹکٹ پر لکھی گئی تاریخ کے مطابق ایک دن ہوتی ہے۔ اب اس شخص کی مرضی ہے کہ وہ ایک دن سے کم جتنی دیر مرضی گاڑی پارک کرے۔ البتہ دوسرا دن شروع ہونے پر دوسرے دن کے ٹکٹ کی قیمت ادا کرنا ہوتی ہے۔[37]

بعض اوقات لمبے عرصہ کے لیے بھی گاڑی پارک کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، جس میں ماہانہ یا سالانہ بنیادوں پر معاہدہ ہوتا ہے۔ مالکان اپنی زمین پر گاڑی کھڑی کرنے کی اجرت وصول کرتے ہیں۔ شرعاً اس طرح کا معاہدہ جائز ہے، جب کہ اس معاہدہ میں ایجاب و قبول، کرایہ کا تعین اور مدت کا تعین زبانی یا تحریری ہو، جیسا کہ اکثر ہوتا ہے۔ اگر ان تینوں میں سے کوئی بھی چیز مجہول ہو تو عقد جہالت کی وجہ سے جائز نہ ہو گا۔[38]

گاڑیوں میں سواریوں کی گنجائش نہ ہونے کے باوجود اضافی مسافروں کو سوار کرنا

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوکل پبلک گاڑیوں والے زیادہ کرایہ کے لالچ میں گنجائش سے زیادہ مسافروں کو سوار کرتے ہیں۔ مسافر کبھی گاڑی کے چھت پر اور کبھی باہر لٹکتے ہیں۔ چنانچہ بعض اوقات اوور لوڈنگ کی وجہ سے حادثات ہوتے ہیں جس میں اموات بھی ہوتی ہیں۔ لہذا گنجائش سے زیادہ مسافر سوار کرنا قانوناً جرم ہے اور شرعاً بھی جرم ہے کیوں کہ جان کی حفاظت فرض ہے۔[39]

تفریح گاہوں (Parks/Museum/Zoo) وغیرہ کے ٹکٹس کی خرید و فروخت

آج کل شہروں میں اکثر جگہوں پر مختلف قسم کی تفریح گاہیں بنائی گئی ہیں، جن کا مقصد تفریح اور سیر و سیاحت ہوتا ہے۔ وہاں داخلہ کے لیے ٹکٹ خریدنا پڑتا ہے، کیوں کہ ان تفریح گاہوں کے انتظام و انصرام اور دیکھ بھال پر بہت خرچہ آتا ہے، اس لیے وہاں جانے والوں سے فیس لی جاتی ہے، تاکہ وہاں کے اخرجات پورے کیے جاسکیں۔ شرعاً اس طرح کے ٹکٹ کی خرید و فروخت جائز ہے، کیوں کہ یہاں ٹکٹ دراصل وہاں کی تفریح کی منفعت کا کرایہ ہوتا ہے۔ اس عقد میں ایجاب و قبول ہوتا ہے، کرایہ معلوم ہوتا ہے، مدت بھی عام طور ایک دن ہوتی ہے جو معلوم ہوتی ہے اور منفعت بھی معلوم ہوتی ہے، اس لیے شرعاً ایسا عقد جائز ہے۔[40]

ریل گاڑی، جہاز اور بسوں کے ٹکٹس خرید کر آگے دوسروں کو بیچنا

جب کوئی شخص جہاز، ریل یا بس کا ٹکٹ خریدتا ہے تو وہ اس کی قیمت ادا کر کے سفر کے ذریعے انتفاع کا حق دار ہو جاتا ہے۔ گویا اسے ادارہ یا مالک تحریری اجازت دیتا ہے کہ فلاں سفر میں آپ ہماری سروس میں سفر کے مستحق ہیں۔ اب آیا وہ اپنا یہ حق آگے کسی دوسرے کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟

مروجہ ٹکٹس کی دو صورتیں ہوتی ہیں: ایک وہ جن پر مسافر کا نام لکھا ہوتا ہے جن پر کسی دوسرے شخص کو کمپنی کی طرف سے سفر کی اجازت نہیں ہوتی۔ جیسے جہاز کے ٹکٹ وغیرہ، لہذا ایسے ٹکٹس کا آگے فروخت کرنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ عقد اجارہ ہے اور کمپنی نے خاص اس کے ساتھ اجارہ کا معاملہ کیا ہے، لہذا اس کا آگے کسی اور کو ٹکٹ فروخت کرنا جائز نہیں، البتہ بہتر ہے کہ کمپنی سے اسے کینسل کروایا جائے۔

دوسری قسم کے وہ ٹکٹس ہیں جن پر مسافر کا نام نہیں لکھا ہوتا، گویا وہ خاص مسافر کے نام جاری نہیں ہوتے، بلکہ ان میں دلالتاً یہ اجازت ہوتی ہے کہ جو بھی ٹکٹ ہولڈر ہوگا وہ سفر کا مستحق ہوگا۔ لہذا ان ٹکٹس کو آگے فروخت کر سکتے ہیں۔ البتہ انہیں زیادہ قیمت پر فروخت کرنا جائز نہیں کیوں کہ ایسا کرنا قانوناً منع ہے۔[41]

نشستوں کی منسوخی (Cancelation) پر کٹوتی کا حکم

آج کل جہازوں کی کمپنیاں یا بس کمپنیاں اور محکمہ ریلوے ٹکٹ خریدنے کے بعد منسوخ کروانے پر کچھ فیصد کٹوتی کرتے ہیں۔ یہ کٹوتی مختلف شرح سے ہوتی ہے، جس کا دار و مدار اس بات پر ہوتا ہے کہ منسوخی روانگی سے کتنی دیر پہلے ہوتی ہے۔ یہ کٹوتی شرعاً جائز معلوم ہوتی ہے کیوں کہ سیٹ کی منسوخی یا تبدیلی کی صورت میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے اور ٹکٹ خریدتے وقت فریقین میں واضح طے ہوتا ہے کہ روانگی سے کتنی دیر پہلے منسوخی پر کتنی کٹوتی ہوگی؟ اس میں بھی کسی قسم کا ابہام نہیں ہوتا اور فریقین اس پر راضی ہوتے ہیں۔ لہذا شرعا یہ کٹوتی جائز ہے۔[42]

کھیلوں کے ٹکٹ خرید کر آگے بلیک میں بیچنا

آج کل کرکٹ یا فٹ بال وغیرہ کے میچز ہوتے ہیں جس میں ٹکٹس پہلے فروخت کیے جاتے ہیں۔ بعض اوقات ٹکٹ پر خریدنے والے کا نام لکھا ہوتا ہے اور بعض اوقات نہیں لکھا ہوتا۔ بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ بہت سارے ٹکٹس اکھٹے خرید لیتے ہیں اور جب کاؤنٹر بند ہو جاتا ہے اور مزید ٹکٹس ملنا بند ہو جاتے ہیں تو وہ یہ ٹکٹس دوگنی قیمت میں بیچتے ہیں۔ چونکہ قانوناً بلیک میں ٹکٹس بیچنا منع ہے، اور شریعت بھی یہ کہتی ہے کہ گورنمنٹ کے وہ قانون جو شریعت سے متصادم نہ

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.3, No.4, 2025

ہوں، ان پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس لیے شرعاً بلیک میں ٹکٹس بیچنا اور ان پر نفع کمانا ناجائز ہے۔ دوسری صورت جس میں ٹکٹ پر نام لکھا ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ متعلقہ ادارہ نے وہ معاہدہ اسی کے ساتھ کیا ہے کسی دوسرے کے ساتھ نہیں کیا، لہذا ادارے کی اجازت کے بغیر ان ٹکٹس کو آگے بیچنا جائز نہ ہوگا۔[43]

آلات معاصی کا اجارہ

آلات معاصی سے مراد وہ آلات جن کو استعمال کرنے سے شریعت نے منع کیا ہو۔ مثلاً: آلاتِ موسیقی اور دیگر آلات لہو لعب وغیرہ۔ ان سے انتفاع کرنا، انہیں اجارہ پر دینا اور ان کی اجرت وصول کرنا ناجائز اور حرام ہے۔[44]

مشترکہ اشیاء کا اجارہ

اگر دو آدمیوں نے مل کر ایک گاڑی خریدی یا انہیں وراثت میں ملی یا اسی طرح دکان، مکان یا کوئی اور چیز مشترکہ ہے تو ایک شریک دوسرے کو اپنا حصہ اجارہ پر دے سکتا ہے۔ اسی طرح دونوں شرکاء آپس کی رضامندی سے کسی تیسرے شخص کو اجارہ پر دے سکتے ہیں اور ہر شریک اپنے حصہ کے بقدر اجرت کا مستحق ہوگا۔[45]

عاریت (Commodate loan) سے انتفاع کی مروجہ صورتیں اور شرعی احکام

استعمال کے لیے دیے گئے زیورات سے انتفاع کا حکم

اگر شوہر نے بیوی کو مہر کے علاوہ سونا استعمال کے لیے دیا تو وہ عاریت ہوگا۔ عاریت کی چیز معیر کی ملکیت میں ہوتی ہے اور مستعیر کے پاس امانت ہوتی ہے، لہذا شوہر جب چاہے وہ سونا واپس لے سکتا ہے۔[46] یہ سونا چونکہ شوہر کی ملکیت ہے، اس لیے اس کی زکوٰۃ بھی اسی پر ہوگی۔

عاریت پر لی گئی چیز کو بیچ کر انتفاع کرنا

عاریت میں چیز مالک کی ملکیت ہوتی ہے اور اس کے منافع تبرعاً ہدیہ کیے جاتے ہیں۔ مستعیر کو اس چیز کو بیچ کر انتفاع کرنے کا اختیار نہیں ہوتا، لہذا اگر شخص نے عاریت کی چیز بیچ دی تو یہ گناہ ہے، جس پر توبہ واستغفار ضروری ہے اور مالک کو بعینہ وہی چیز دینا یا اس کی قیمت دینا ضروری ہے۔[47]

عاریت پر لیے گئے مکان سے انتفاع کا حکم

بسا اوقات کوئی صاحبِ استطاعت شخص دوسرے کو بغیر کرایہ کے رہنے کے لیے مکان دے دیتا ہے، تو یہ مکان عاریت ہوگا، جس میں مستعیر کو عرف کے مطابق رہنے اور اس سے انتفاع کا اختیار ہوگا۔ مستعیر کو چاہیے کہ وہ مکان کو امانت سمجھ کر استعمال کرے، اس میں مالک کی اجازت کے بغیر کسی قسم کے تصرفات اور تعمیرات نہ کرے۔

عاریت پر لی گئی گاڑی یا موٹر سائیکل حادثہ ہونے پر نقصان کا ذمہ دار کون؟

آج کل اکثر دوست احباب گاڑی یا موٹر سائیکل استعمال کے لیے لے جاتے ہیں۔ اب اگر گاڑی کا چلان ہو گیا یا کوئی حادثہ پیش آ گیا تو نقصان کا ذمہ دار کون ہوگا؟ اس میں دیکھا جائے گا کہ اگر نقصان ڈرائیور کی غلطی اور لاپرواہی سے ہوا، مثلاً غلط پارکنگ کرنے پر چالان ہوا یا اوور ٹیکنگ کی وجہ سے حادثہ ہوا یا غلط سمت چلانے کی وجہ سے حادثہ ہوا، تو مستعیر نقصان کا ذمہ دار ہوگا، البتہ اگر مستعیر کی غفلت اور لاپرواہی کے بغیر نقصان ہوا تو وہ ضامن نہ ہوگا۔[48]

عاریت پر لی گئی زمین سے انتفاع اور اس پر تعمیرات کا حکم

عاریت پر لی گئی زمین سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، البتہ مستعیر کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ زمین پر کوئی ایسا تصرف کرے جس سے زمین کو نقصان ہو۔ مستعیر مالک کی اجازت سے زمین پر تعمیرات وغیرہ کر سکتا ہے، لیکن وہ جب زمین واپس کرے گا تو خالی کر کے دے گا۔[49] چونکہ تعمیرات اکھیڑنے میں کسی کا کوئی فائدہ نہیں، لہذا بہتر ہے کہ دونوں مصالحت کا کوئی طریقہ اختیار کریں، مثلاً معیر تعمیرات خرید لے یا مستعیر اس سے زمین خرید لے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337
Vol.3, No.4, 2025

پڑوسی سے عاریت پر لیے گئے برتن سے انتفاع کا حکم

پڑوسی جب ایک دوسرے کو کھانا ہدیتاً بھیجتے ہیں تو جن برتنوں میں وہ کھانا بھیجتے ہیں وہ عاریت ہوتے ہیں۔ عاریت کی چیز چونکہ امانت ہوتی ہے اس لیے امانت ہونے کا تقاضا ہے کہ جس مقصد کے لیے چیز لی، اُسی میں استعمال کی جائے اور جب ضرورت پوری ہو واپس کر دی جائے۔ لہٰذا عاریت کے برتن کو جلد از جلد مالک تک پہنچانے کی فکر کرنی چاہیے۔ پڑوسی کی اجازت کے بغیر بلا ضرورت اُس برتن کو اپنے پاس رکھنا اور اس سے مزید انتفاع کرتے رہنا امانت میں خیانت ہے۔

مباح اشیاء سے انتفاع کی مروجہ صورتیں اور ان کے شرعی احکام

ہوٹل پر استعمال کے لیے دی گئی اشیاء سے انتفاع کا حکم

ہوٹل پر جو چیزیں استعمال کے لیے دی جاتی ہیں، مثلاً صابن، چپل، تولیہ وغیرہ تو ان میں عموماً اباحت ہوتی ہے، یعنی انہیں ہوٹل میں ہی استعمال کرنے کی اجازت ہوتی ہے، ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ البتہ اگر ہوٹل والوں کی طرف سے صراحت ہو کہ فلاں اشیاء کی قیمت لی جائے گی چاہے وہ ساتھ لے جائیں، وہیں استعمال کریں یا بغیر استعمال کیے چھوڑ جائیں، تو ایسی صورت میں یہ اشیاء لے جانے کی اجازت ہو گی۔[50]

کھانے پینے کی اشیاء میں اباحت اصل ہونے کے معاصر تطبیقی ضوابط

1. اشیاء میں اباحت اصل ہونے کا قاعدہ اس چیز پر لاگو ہو گا جہاں کسی چیز کی حلت یا حرمت کی کوئی واضح دلیل نہ ہو، لہٰذا جن چیزوں میں حلت و حرمت کے واضح دلائل ہوں وہاں اس قاعدہ کا اطلاق نہ ہو گا۔
2. اباحت کا قاعدہ ان اشیاء پر لاگو ہو گا جو قدرتی حالت میں ہوں، جن اشیاء میں انسانی صنعت کو دخل ہو ان میں یہ حکم نہیں ہو گا۔
3. گوشت میں اصل حرمت ہے، لہٰذا گوشت اور اس سے بنی مصنوعات کو حلال قرار دینے کے لیے حلت کی دلیل ضروری ہے، ورنہ وہ حلال نہیں سمجھی جائیں گی۔
4. اگر کسی مصنوع (Product) کے بارے میں شک ہو کہ اس میں کوئی مشکوک جزڈالا گیا یا نہیں؟ تو اس وہم کا کوئی اعتبار نہ ہو گا اور اباحت کو ترجیح ہو گی۔
5. جیسے اباحت اصل ہے ویسے ہی طہارت اور نجاست میں طہارت اصل ہے، لہٰذا جب تک نجاست کی کوئی دلیل نہ ہو طہارت سمجھی جائے گی۔
6. مسلمان اکثریتی آبادی والے علاقے میں گوشت کی تحقیق نہیں کی جائے گی کہ حلال طریقے سے ذبح ہوا ہے یا حرام؟ وہاں اباحت کا قاعدہ چلے گا اور یہی تصور کیا جائے گا کہ مسلمان نے جانور شرعی طریقے سے ذبح کیا ہو گا۔ لیکن غیر مسلم اکثریتی آبادی والے علاقے میں یہ قاعدہ جاری نہ ہو گا، بلکہ وہاں تحقیق کی جائے گی۔ یہی حال ملٹی نیشنل کمپنیوں کا ہے کہ ان کے گوشت کی بھی تحقیق کی جائے گی کہ جانور حلال ہے؟ مسلمان نے ذبح کیا ہے؟ اور شرعی طریقے سے ذبح کیا ہے؟[51]

حرام آمدن والے کا تحفہ یا دعوت قبول کرنا

جس شخص کی مکمل آمدن یا غالب آمدن حرام ہو اس کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں، البتہ جس کی غالب آمدن حلال ہو اس کا تحفہ و ہدیہ قبول کرنا مباح ہے۔

خودرو گھاس سے انتفاع

جو گھاس بغیر بیج بوئے اور بغیر کھاد اور پانی دیے خود بخود زمین میں اُگے وہ اصلاً مباح ہے، چاہے اپنی مملوکہ زمین میں اُگے یا کسی دوسرے کی زمین میں اُگے، اس سے ہر شخص انتفاع کر سکتا ہے اور کاٹنے سے پہلے اس کی خرید و فروخت جائز نہیں۔ البتہ مملوکہ زمین پر مالک دوسروں کو زمین پر آنے سے منع کر سکتا ہے۔ ہاں اگر گھاس لگائی گئی ہو، یا اسے کھاد اور پانی دیا گیا ہو یا گھر کی چار دیواری کے اندر گھاس ہو تو وہ مباح نہیں۔

مباح گھاس کو کاٹے بغیر بیچنا درست نہیں۔ گھاس سے انتفاع کی جائز صورت یہ ہے کہ اسے کاٹ کر فروخت کیا جائے یا زمین کے جس حصے پر گھاس ہے، وہ حصہ گھاس کے خریدار کو کسی منفعت کے لیے اتنے دنوں کے لیے کرایہ پر دے دیا جائے، جن میں وہ گھاس کاٹ سکے۔ یاد رہے کہ کرایہ پر زمین دینے کی

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

صورت میں خریدار کو صرف گھاس کاٹنے یا کاشت کاری کا اختیار ہو گا، زمین سے درخت کاٹنے کا اختیار نہ ہو گا اور ان دنوں زمین کا مالک اس حصے میں ایسا کوئی تصرف نہیں کرے گا جس سے کرایہ دار کے کام میں رکاوٹ ہو۔[52]

سمندر، دریا، ندی نالوں اور آبشاروں کے پانی سے انتفاع کا حکم

کائنات میں پانی اُن اشیاء میں سے ہے جو سب کے لیے عام ہے۔ جو شخص بھی چاہے دریا، سمندر اور ندی نالوں کے پانی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ سب کے لیے مباح ہے اور شرعاً اس سے کوئی روک ٹوک نہیں۔ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کو پانی لینے سے روکے۔ چنانچہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لایمنع فضل الماء..."[53] زائد پانی کو مت روکو۔

البتہ اگر کسی نے دریا، سمندر یا بارش وغیرہ کا پانی اپنے پاس محفوظ کر لیا، مثلاً کسی ڈرم یا ٹینکی وغیرہ میں، تو اب وہ اس کا مالک ہو گیا، چاہے تو بیچ بھی سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے کنواں یا بور کھودوایا یا ٹیوب ویل لگوایا تو اب وہ اس پانی کا مالک ہو گا، اس میں کسی دوسرے کا حق نہیں۔ وہ اسے بیچ بھی سکتا ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ دوسروں کو پانی لینے سے نہ روکا جائے۔ خلاصہ یہ کہ پانی جب تک اپنی اصل جگہ مثلاً دریا ندی نالوں میں ہو وہ کسی کی ملک نہیں ہوتا، بلکہ مباح ہوتا ہے۔ لیکن جب اسے اپنے پاس محفوظ کر لیا جائے، یا کنواں اور بور کھودوا کہ اپنی ملک میں لے لیا جائے تو اب وہ محفوظ کرنے والے کی ملکیت میں چلا گیا، جس پر صرف اسی کا حق ہو گا۔[54]

سمندری حیوانات سے انتفاع کا حکم

سمندر کا پانی اور اس کے جانور کسی کی ملکیت نہیں ہوتے، ان میں اباحت ہوتی ہے، لہذا اس سے فائدہ اٹھانے کا سب کو حق ہوتا ہے، کوئی کسی کو روک نہیں سکتا۔ جو بھی سمندری حیوانات کا شکار کرے گا وہ ان کا مالک ہو گا۔ سمندر میں مچھلیوں کے علاوہ بھی مختلف قسم کے حیوانات ہوتے ہیں، احناف کے نزدیک سمندری حیوانات میں سے صرف مچھلی کھانا جائز ہے اور مچھلی کی کوئی بھی قسم ہو وہ حلال ہے، مچھلی کے علاوہ دیگر حیوانات کھانا حلال نہیں۔[55]

سمندر سے نکلنے والے لعل وموتی سے انتفاع کا حکم

سمندر اور اس سے نکلنے والی اشیاء چونکہ کسی کی ملک نہیں ہوتے، بلکہ ان میں اباحت ہوتی ہے، جو بھی انہیں نکالتا ہے وہی اس کا مالک ہوتا ہے، اور اسے ان سے انتفاع کا حق ہو گا۔

جنگلات سے انتفاع کا حکم

اصلاً جنگلات کسی کی ملکیت نہیں ہوتے بلکہ یہ مباح ہوتے ہیں۔ کوئی بھی شخص ان سے نفع اٹھانا چاہے تو اٹھا سکتا ہے۔ جنگلات کا وجود انسانی زندگی کے لیے بہت ضروری ہے۔ یہ قدرتی وسائل کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر ان قدرتی وسائل کے تحفظ کے لیے آج کل کے زمانہ میں حکومتوں نے محکمہ جنگلات قائم کر کے جنگلات کو ان کی تحویل میں رکھا ہے تاکہ ان کا تحفظ بھی ہو سکے اور ان کے منافع سے سب مستفید ہو سکیں۔ جنگلات کے بے دریغ کٹاؤ کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی بڑھ رہی ہے، جس کی وجہ سے نہ صرف انسان متاثر ہو رہے ہیں بلکہ جانور اور پرندے بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ ایسے میں اگر گورنمنٹ ان قدرتی وسائل کے تحفظ کے لیے کوئی قانون بناتی ہے، جو شریعت سے ٹکراتا نہ ہو تو اس قانون کی پاسداری شرعاً لازمی ہے۔ لہذا جنگلات سے انتفاع کے حوالے سے گورنمنٹ سے اجازت ضروری ہے اور اس قانون کی خلاف ورزی گناہ ہو گا، البتہ اگر گورنمنٹ اجتماعی مقاصد اور فلاح و بہبود کے لیے جنگلات کی زمین الاٹ کرتی ہے تو یہ درست ہے۔

شاملات سے انتفاع کا حکم

ہمارے علاقوں میں عام طور پر گاؤں کے قریب غیر آباد زمینوں کے ایک حصے کو گاؤں کی مشترکہ ضروریات و حاجات کے پیشِ نظر گاؤں سے منسلک کر دیا جاتا ہے اور یہ سارا علاقہ اِس گاؤں کی مشترک ملکیت سمجھا جاتا ہے، اسی مشترکہ ملکیت کو "شاملات" کہا جاتا ہے۔ شاملات کی زمین کسی فرد کی ذاتی

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.3, No.4, 2025

ملکیت نہیں ہوتی بلکہ یہ پورے گاؤں والوں کی اجتماعی و مشترکہ ملکیت ہوتی ہے جس کے منافع سے فائدہ اٹھانے کا سب کو برابر حق ہوتا ہے۔ چنانچہ دارالافتاء جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے ایک فتوی میں ہے:

> شاملات کی زمین کسی کی ذاتی اور انفرادی ملکیت نہیں ہو سکتی، نہ کسی کے لیے اس کا انفرادی مالک بننا یا ملکیت کا دعوی کرنا جائز ہے، بلکہ وہ گاؤں کے تمام باشندوں کی اجتماعی اور مشترکہ ملکیت ہوتی ہے اور وہ زمین ان کے اجتماعی کاموں، مصالح اور گاؤں والوں کی مشترک ضرورتوں مثلاً چراگاہ اور ایندھن وغیرہ کے حاصل کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ لہذا شاملات کے جنگلات پورے گاؤں کی مشترکہ ملکیت ہیں اور ان جنگلات سے جتنے بھی مصالح اور فوائد حاصل ہوں، وہ پورے گاؤں کے ہوں گے، لہذا جو لوگ بعد میں آباد ہوئے وہ بھی اب اس گاؤں کے افراد ہیں اس لیے جنگلات کی معدنیات وغیرہ میں ان کا حصہ بھی ہوگا۔[56]

وقف سے انتفاع کی مروجہ صورتیں اور ان کا شرعی حکم

مسجد کی اشیاء سے انتفاع کا حکم

مسجد کی اشیاء مثلاً بجلی وغیرہ انہی مصارف میں صرف کرنا ضروری ہے جو مسجد کی ضروریات سے متعلق ہوں۔ نمازیوں کے لیے مسجد کی بجلی عبادت کے علاوہ اپنے ذاتی استعمال میں لانے کی شرعاً اجازت نہیں، البتہ دورانِ عبادت مسجد کی بجلی استعمال کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔ معتکف (خواہ سنت اعتکاف میں ہو یا نفلی اعتکاف میں) مسجد میں رہتے ہوئے تمام وقت اعتکاف کی عبادت میں مشغول رہتا ہے، لہذا اس کے لیے مسجد کی بجلی استعمال کرنا ذاتی استعمال کے حکم میں نہیں، تاہم اس دوران مسجد میں موبائل چارج کرنا چوں کہ معتکف کی شرعی ضرورت نہیں، لہذا اس کی اجازت نہیں۔ پس ذاتی مقصد میں بجلی استعمال کرنے کی صورت میں استعمال شدہ بجلی کی مد میں کچھ رقم مسجد کے اخراجات کی مد میں جمع کرانا چاہیے۔

مسجد میں کھانے پینے اور سونے کا حکم

مسافر اور معتکف کے علاوہ افراد کے لیے مسجد میں کھانا، پینا اور سونا مکروہ ہے۔ مسافر اور معتکف کے لیے مسجد میں کھانے، پینے اور سونے کی گنجائش ہے۔ واضح ہو کہ مسجد بنانے کا مقصد ذکر اللہ اور عبادتِ الٰہی ہے، اس طرح کے کاموں کے لیے نہیں، اس لیے عام حالات میں تو وہی حکم ہے جو اوپر مذکور ہے، البتہ بامر مجبوری کسی کو مسجد میں سونا پڑتا ہے تو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اس کی گنجائش ہوگی:

1. مسجد کے آداب کا پورا لحاظ رکھا جائے۔ جتنی دیر مسجد میں رہیں شور و غوغا، ہنسی مذاق اور لایعنی گفتگو سے پرہیز کی جائے۔ صفائی کا پورا اہتمام رکھا جائے اور اعتکاف کی نیت کرلی جائے تو بہتر ہے۔ نمازیوں کو اس سے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ اذان ہوتے ہی اٹھ جائیں اور بعد میں بھی نمازیوں کے سنن و نوافل یا ذکر و تلاوت وغیرہ میں مشغول رہنے تک ان کی عبادت میں خلل نہ ڈالا جائے۔

2. معتکف اور ایسا مسافر جس کا کہیں ٹھکانہ نہ ہو، اس کا مسجد میں سونا درست ہے۔ تبلیغی جماعت والے اگر صفائی اور مسجد کے ادب و احترام کا لحاظ رکھیں تو اُن کے لیے مسجد میں سونے کی گنجائش ہے۔

3. اگر مسجد میں سونے کی ضرورت پیش آئے تو اپنا کپڑا یا بستر بچھا کر سونا چاہیے، تاکہ اگر کسی کو احتلام ہو جائے تو مسجد کی چٹائی اور فرش ناپاک نہ ہو۔ جب احتلام کی صورت پیش آجائے تو احتیاط کے ساتھ جلد از جلد مسجد سے نکل جائیں اور اگر خدانخواستہ مسجد کی جگہ ناپاک ہو جائے، تو غسل سے واپس آکر فوراً وہ جگہ پاک کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں جن صورتوں میں سونے کی گنجائش ہے، ان میں مسجد کی بجلی استعمال کرنے، مسجد کا ایئر کولر یا جنریٹر چلانے کی بھی گنجائش ہوگی۔ البتہ مسجد میں سونے سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے۔[57]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.3, No.4, 2025

مدرسہ کی اشیاء سے انتفاع کا حکم

مدرسہ کے لیے وقف شدہ سامان مدرسہ کے علاوہ کسی اور مقصد میں یا ذاتی استعمال میں لانا شرعاً جائز نہیں، خواہ مدرسہ انتظامیہ سے پوچھا ہو یا نہ ہو۔ وقف چیز کو غیر مصرف میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اگر اہلِ محلہ مدرسہ یا مسجد کا تعاون کرتے ہیں تو یہ ان کی سعادت ہے، اس تعاون کے بدلے یہ توقع رکھنا کہ مجھے بھی موقوفہ اموال یا اشیاء سے رعایت ملے گی یا مدرسہ کے ذمہ داران اس وجہ سے موقوفہ اشیاء مدرسے سے باہر ذاتی استعمال کے لیے دیں کہ ناراض ہو گیا تو آئندہ تعاون نہیں کرے گا، یہ بالکل بھی درست نہیں ہے۔ البتہ اگر واقف نے مدرسہ انتظامیہ کو اپنی صواب دید پر استعمال کرنے کی اجازت دے رکھی ہو تو اس صورت میں مدرسہ انتظامیہ پڑوسیوں کو عاریۃً یا بالاجرت دے سکتی ہے، اس وقت بھی بہتر یہی ہو گا کہ اجرت پر دی جائے اور حاصل شدہ اجرت ضروریات مدرسہ میں خرچ کرنا ضروری ہو گا۔

قبرستان کے درختوں سے انتفاع کا حکم

قبرستان کے درخت اگر قبرستان بننے سے پہلے کے ہیں اور قبرستان کسی کی مملوکہ زمین پر نہ ہو تو وہ درخت مباح ہیں، کوئی بھی ان سے انتفاع کر سکتا ہے۔ اگر قبرستان کسی کی مملوکہ زمین پر ہو تو درخت مالک کے ہوں گے۔ اگر درخت قبرستان بننے کے بعد ہوں تو جس نے وہ درخت لگائے اسی کے ہوں گے۔ اگر درخت خود اُگے ہوں تو قاضی کو اختیار ہے کہ وہ جس اجتماعی مصرف پر چاہے استعمال کرے۔[58]

عید گاہ سے انتفاع کا حکم

عید گاہ اگر وقف ہو تو وہ عباداتِ عامہ کے لیے مختص ہوتی ہے۔ وقف ہونے میں وہ مسجد کے حکم میں ہوتی ہے، لہٰذا اس پر مسجد بنانا بھی جائز ہے۔ اس سے ذاتی انتفاع کرنا، اس پر قبضہ کرنا، یا تعمیرات کرنا، یا کوئی اور ایسا کام کرنا جو جہتِ وقف کے خلاف ہو، جائز نہیں۔[59] البتہ اگر عید گاہ وقف نہ ہو تو مالک کی ملکیت میں ہونے کی وجہ سے مالک کو اختیار ہے، جیسے چاہے استعمال کرے۔

زمین کو وقف کر کے خود انتفاع کرنا

اگر کسی شخص نے شرعی شرائط کے ساتھ زمین رفاہی کاموں کے لیے وقف کر دی تو اب وہ زمین اس کی ملکیت سے نکل کر اللہ کی ملکیت میں چلے جائے گی۔ لہٰذا اس زمین سے واقف کا خود ذاتی انتفاع کرنا جائز نہیں ہو گا۔

حرام آمدن والوں سے مسجد کے لیے چندہ لینا

آج کل مساجد و مدارس حکومتی فنڈ کے بجائے عوامی تعاون سے چل رہے ہیں۔ چندہ دہندگان میں بہت سے حرام آمدن والے بھی ہوتے ہیں، تو کیا حرام آمدن والے سے چندہ لینا اور اسے مسجد و مدرسہ میں استعمال کرنا جائز ہو گا؟ یاد رہے کہ جن لوگوں کی اکثر آمدن حرام ہو ان سے چندہ نہیں لینا چاہیے اور جن کی غالب آمدن حلال ہو ان سے چندہ لینا اور مسجد پر خرچ کرنا جائز ہے۔[60]

مسجد و مدرسہ کے لیے غیر مسلم سے ڈونیشن لینا

غیر مسلم اگر مسجد و مدرسہ کے لیے کوئی امداد دے تو اسے لینا اور مسجد مدرسہ پر خرچ کرنا جائز ہے، البتہ خود اس سے چندہ مانگنا مناسب نہیں۔[61]

مسجد کے پانی کو گھر یا دکان میں لے جا کر استعمال کرنا

مسجد کے بور یا کنویں سے مسجد سے باہر اپنی ذاتی ضروریات کے لیے پانی لے جانے میں واقِف یا مسجد کمیٹی کی اجازت کا اعتبار ہو گا۔ اگر واقف یا مسجد کمیٹی نے پانی باہر لے جانے کی اجازت سب کو دے رکھی ہے تو پانی باہر لے جا کر استعمال کرنا درست ہو گا اور اگر واقف یا مسجد کمیٹی کی طرف سے اجازت نہ ہو تو پھر پانی باہر لے جانا جائز نہ ہو گا۔[62]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.3, No.4, 2025

وقف کی اشیاء کو کرایہ پر دینا

وقف کی اشیاء مثلاً مسجد کی چیزوں کو کرایہ پر دینے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ اشیاء فی الحال مسجد کی ضرورت نہ ہوں، تو متولی وقف یا مسجد کمیٹی کی اجازت سے انہیں بازاری نرخ کے مطابق کرایہ پر دے کہ مسجد کی آمدن میں اضافہ کرنا جائز ہے۔

مسجد کی ناقابل استعمال اشیاء خرید کر اُس سے انتفاع کرنا

مسجد کی جو چیزیں مسجد میں کارآمد نہ ہوں یا مسجد کی ضرورت نہ ہوں انہیں بیچا جا سکتا ہے اور وہ رقم مسجد کی دیگر ضروریات میں استعمال کرنا ضروری ہے۔ متولی خود بھی وہ اشیاء خرید سکتا ہے۔ خریدنے کے بعد ان اشیاء سے انتفاع جائز ہے۔[63]

غرباء و مساکین کے لیے وقف کردہ ہسپتال سے امراء کا انتفاع کرنا

آج کل بعض مکمل ہسپتال یا ان میں بعض شعبے اہل خیر حضرات غرباء کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ ان ہسپتالوں سے علاج معالجہ کا حق صرف مستحق لوگوں کو ہوتا ہے۔ استطاعت رکھنے والوں کو وہاں سے علاج کروانا کسی طرح درست نہیں۔ اگر کسی قابل استطاعت نے وہاں سے علاج کروایا تو گویا اس نے وہاں کے منافع (Benefits) غصب کیے جس پر ضمان لازم ہو گا۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وأن الفتوى في غصب منافع الوقف بالضمان"[64] فتوی اس بات پر ہے کہ وقف کے منافع غصب کرنے پر ضمان ہو گا، لہذا جتنی مالیت کا علاج اِس نے وہاں سے کروایا اتنی رقم اس ہسپتال کے انتظامیہ کے حوالے کرے یا اتنی مالیت کی چیز لے کر وہاں مستحقین کے استعمال کے لیے وقف کر دے۔

حق شفعہ (Right of Pre Emption) کی معاصر صورتیں اور ان کے شرعی احکام

فلیٹ میں حق شفعہ کا حکم

فلیٹس کی خرید و فروخت میں بھی حق شفعہ ہو گا۔ اگر بیچے گئے فلیٹ میں کوئی شریک ہو تو نفس مبیع میں شریک ہونے کی وجہ سے پہلے حق شفعہ اِس کو ہو گا، پھر مبیع کے حقوق میں شریک کو حق شفعہ ہو گا، چنانچہ اگر اوپر والا فلیٹ کسی نے بیچا اور اس کا راستہ نیچے والے فلیٹس سے ہو کر جاتا ہے، تو نیچے والے فلیٹس کے مالکوں کو راستے میں شریک ہونے کے بنا پر حقِ شفعہ ہو گا۔ اگر وہ خریدنا چاہیں تو ٹھیک، ورنہ مالک کو فلیٹ بیچنے سے منع نہیں کر سکتے۔[65] اگر راستہ بھی سب کا الگ ہو تو پھر اس فلیٹ کے ساتھ جن پڑوسیوں کی دیوار ملی ہو، انہیں حق شفعہ ہو گا۔ اگر حق شفعہ میں متعدد لوگ ہوں تو سب اپنی ملکیت اور حق کے تناسب سے حقدار ہوں گے۔

زمین ہدیہ کرنے کی صورت میں حق شفعہ

اگر کسی نے زمین دوسرے کو ہدیہ کی تو اس پر شفعہ کا حق نہیں ہو گا، البتہ اگر ہدیہ کا عوض لیا گیا تو پھر اس پر حق شفعہ ہو گا۔[66] کیوں کہ ہدیہ بالعوض انتہاءً بیع کے حکم میں ہوتا ہے۔

مسجد، مدرسہ یا وقف شدہ زمین کے پاس بیچی گئی زمین پر شفعہ کا حکم

شفعہ کے لیے شرط ہے کہ جس زمین کی بنیاد پر حق شفعہ ملتا ہے، وہ زمین مملوکہ ہونی چاہیے۔ وقف کی زمین یا مسجد کسی کی ملکیت نہیں ہوتے۔ لہذا ان کے متصل بیچی گئی زمین پر متولیانِ وقف کو شفعہ کا حق نہیں ہو گا۔ اسی طرح اگر مدرسہ وقف ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، البتہ اگر مدرسہ وقف نہ ہو بلکہ کسی کی ذاتی ملکیت ہو تو حق شفعہ ہو گا۔[67]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

حق انتفاع کی مروجہ ناجائز صورتیں اور ان کے شرعی احکامات

حق انتفاع کے اسبابِ فاسدہ میں چوری، غصب اور رہن جیسے اسباب ہیں جن سے کسی صورت بھی انتفاع نہیں کر سکتے، البتہ لقطہ اور امانت دو ایسے اسباب ہیں جن سے مجموعی طور پر تو انتفاع تو نہیں کر سکتے، لیکن جزوی طور کچھ صورتوں میں انتفاع کر سکتے ہیں۔ ذیل میں ان تمام اسباب کی معاصر صورتوں کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

لقطہ سے انتفاع کی معاصر صورتیں اور ان کا شرعی حکم

مسجد میں نمازیوں کی بھولی اشیاء کا حکم

آج کل یہ صورت بکثرت پیش آتی ہے کہ مقتدی مساجد میں اپنی چیزیں بھول آتے ہیں۔ مثلاً مقتدی نے وضوء کرتے ہوئے گھڑی اتاری اور وضوخانہ میں بھول گیا یا کوئی سامان مسجد میں رکھ کر نماز پڑھنے لگا اور نماز کے بعد بھول گیا۔ اب اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نمازی حضرات اسے اٹھا کر مسجد کے خادم، مؤذن یا امام صاحب کو دے دیتے ہیں کہ اگر متعلقہ نمازی اپنی چیز کی تلاش میں واپس آئے تو اس تک پہنچا دیجیے گا۔ اب بعض اوقات اسے یاد آجاتا ہے کہ میں فلاں چیز فلاں جگہ بھول آیا ہوں مگر اکثر اوقات اسے یاد نہیں آتی یا نمازی مسافر ہوتا ہے اور یاد آنے پر بھی اس کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اس مسجد میں واپس جائے۔

ان تمام صورتوں میں بہتر یہ ہے کہ مسجد میں لقطہ کے نام سے ایک جگہ مختص کر دی جائے جہاں ایسی اشیاء رکھ دی جائیں۔ پھر انتظار کیا جائے اور مناسب تشہیر بھی کی جائے۔ اگر مالک واپس آجائے تو اس کی چیز اس کے حوالہ کر دی جائے اور اگر وہ نہ آئے تو اتنی مدت انتظار کیا جائے جب تک اس کے آنے کا امکان ہو، پھر اسے صدقہ کر دیا جائے۔ اگر مسجد کا خادم و مؤذن مستحق ہوں تو وہ خود بھی رکھ سکتے ہیں۔

گم شدہ جانور ملنے کا حکم

اگر کسی کا جانور مثلاً بکری وغیرہ گم ہو جائے تو جو شخص اس کو پائے اسے چاہیے کہ وہ اس کے مالک کو تلاش کرنے کے لیے حتی الامکان کوشش کرے ۔اس کی تشہیر کرے اور لوگوں کو اطلاع دے۔[68] جب غالب گمان ہو جائے کہ مالک ملنا اب مشکل ہے تو اگر یہ خود مستحق ہے تو خود رکھ سکتا ہے اور اگر خود مستحق نہیں تو فقراء پر صدقہ کر دے۔ البتہ اگر صدقہ کرنے کے بعد مالک آجائے تو مالک اگر صدقے پر راضی ہو تو ٹھیک، ورنہ اسے جانور کی قیمت اداء کرنا ہوگی اور صدقہ لقطہ اٹھانے والے کی طرف سے ہو جائے گا۔ جانور اگر دودھ دیتا ہے تو چارہ کھلانے کے عوض اس کا دودھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔[69]

ندی نالوں، دریاؤں اور سیلاب میں بہتی اشیاء سے انتفاع کا حکم

جب سیلاب آتے ہیں یا موسم برسات میں زیادہ بارشیں ہوتی ہیں تو اُس وقت ندی نالوں میں بہت سی چیزیں بہہ کر آجاتی ہیں۔ ان سے انتفاع کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ جلد خراب ہونے والی ہوں جیسے پھل وغیرہ تو کسی غریب کو دے دیئے جائیں یا چیز اٹھانے والا اگر خود مستحق ہے تو خود استعمال کر سکتا ہے اور اگر جلد خراب ہونے والی نہ ہوں تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ اتنی معمولی نوعیت کی ہوں جنہیں عموماً مالک تلاش نہیں کرتا، تو اٹھانے والا خود استعمال کر سکتا ہے۔ اور اگر وہ قیمتی اشیاء ہوں تو ان کی تشہیر کی جائے اور اتنا انتظار کیا جائے جب تک مالک کے ملنے کا گمان ہو۔ پھر اگر مالک نہ ملے تو اسے صدقہ کر دیا جائے اور اگر چیز اٹھانے والا خود مستحق ہو تو خود رکھ سکتا ہے۔

امانت سے انتفاع کی معاصر صورتیں اور ان کا شرعی حکم

امانت پر رکھے گئے زیورات سے انتفاع کا حکم

اگر کسی نے زیورات امانت رکھوائے تو مالک کی اجازت کے بغیر امین انہیں استعمال نہیں کر سکتا۔ اگر مالک کی اجازت کے بغیر استعمال کیا تو یہ خیانت ہوگی۔[70]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اجتماعی چندہ خود استعمال کرنا

مسجد، مدرسہ یا کسی اور کام کے لیے جمع کیا گیا اجتماعی چندہ امانت ہوتا ہے۔ جو چندہ کرتا ہے وہ چندہ دہندہ کا وکیل کہلاتا ہے۔ وکیل کا اس رقم کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر وکیل نے یہ رقم اس نیت سے استعمال کر دی کہ بعد میں اتنی ہی رقم واپس رکھ دوں گا، تب بھی یہ جائز نہیں۔[71] اسی طرح سکولوں میں کلرک کے پاس رکھی گئی فیس کی رقم بھی امانت ہے۔ سکول مالکان کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں۔

امانت کی رقم یا مروجہ کمیٹی (BC) کی رقم خرچ کرنا

اگر کسی شخص نے دوسرے کو رقم بطور امانت دی تو کیا امین اس رقم کو استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ یاد رہے کہ امانت کی رقم امین کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر مالک اجازت دے دے تو اسے استعمال کر سکتے ہیں۔[72] اسی طرح مروجہ کمیٹی / بی سی کی رقم بھی امانت ہوتی ہے، جسے مالکوں کی اجازت کے بغیر اپنے خرچ میں لانا جائز نہیں۔

امانت رکھی گئی رقم کو تبدیل کر کے واپس دینا

اگر کسی نے امانت کی رقم کو تبدیل کیا، مثلاً بڑے نوٹ رکھ کے چھوٹے نوٹ دے دیے تو ایسا کرنا درست ہو گا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مالک کی اجازت ہو یا عرف ہو تو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ دارالافتاء جامعۃ الرشید کے ایک فتوی میں ہے: "امانت رکھی گئی چیز کو اسی طرح محفوظ رکھنا ضروری ہے، جس طرح رکھوائی گئی ہے۔ اس میں تبدیلی کرنا جائز نہیں، لیکن اگر مالک نے اجازت دی ہو یا عرف میں امانت میں تبدیلی کی جاتی ہو تو ایسی صورت میں تبدلی کی جا سکتی ہے۔ امانت کی رقم میں بھی نوٹوں کو تبدیل کر دینے کا عرف بن گیا ہے، لہذا اس کو دلالۃً اجازت سمجھا جائے گا اور نوٹوں کا تبدیل کرنا جائز ہو گا۔"[73]

سٹوڈنٹس سے ضبط کردہ چیزوں سے انتفاع کا حکم

بسا اوقات اساتذہ طلباء کو سرزنش کرتے ہوئے ان سے کوئی چیز ضبط کر لیتے ہیں تو وہ چیزیں استاذ کے پاس امانت ہوتی ہیں۔ طلباء کی دلی رضامندی کے بغیر انہیں استعمال کرنا جائز نہیں۔ اگر بغیر اجازت استعمال کی اور کوئی نقص پیدا ہوا تو وہ ضامن ہو گا۔[74]

گاہکوں سے پورا ٹیکس لے کر حکومت کو نہ دینا

تجار جو گاہکوں سے ٹیکس لیتے ہیں وہ ان کے پاس حکومت کی امانت ہوتا ہے اور وہ حکومت کے وکیل ہوتے ہیں۔ ٹیکس کی رقم حکومت کو اداء کرنا ضروری ہے، ورنہ خیانت ہو گی۔

رہن (Pledge) سے انتفاع کی معاصر صورتیں اور ان کا شرعی حکم

اسلامک بینکنگ میں مشارکہ، مضاربہ، مرابحۃ اور اجارہ کی تمویل میں رہن طلب کرنا

یاد رہے کہ رہن کا مقصد قرض اور دیون کی ادائیگی کی توثیق (Security) ہوتا ہے، لہذا دیون اور قرض کی صورت میں تو رہن رکھوانا جائز ہوتا ہے، لیکن امانت میں رہن نہیں رکھوایا جاتا۔ مرابحہ ایک بیع ہے، جس کی قیمت ادا کرنا مشتری کے ذمے لازم ہوتا ہے، لہذا گاہک سے رہن کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر اجارہ کے ذریعے تمویل (Financing) ہو تو اجرت کی توثیق کے لیے رہن رکھوایا جا سکتا ہے۔ البتہ مشارکہ میں رہن نہیں رکھوایا جا سکتا، کیوں کہ یہاں دونوں پارٹنر اثاثہ جات میں شریک ہوتے ہیں، کوئی مدیون نہیں ہوتا۔[75]

بینک میں سونا گروی رکھوا کر قرض لینا

بینک آج کل رہن کے طور پر سونا لے کر سود پر قرض دیتے ہیں۔ بینک سونا رہن کے طور پر اس لیے لیتا ہے تاکہ اگر قرض خواہ قرض واپس نہ کر سکا، یا تاخیر کی تو وہ اس سونے سے اس کی تلافی کرے گا۔ شرعی طور پر سونا رہن پر رکھوانا تو جائز ہے مگر سود پر قرض لینا جائز نہیں۔ لہذا یہ رہن چونکہ سود کی سیکورٹی کے طور پر رکھوایا جاتا ہے اس لیے یہ رہن رکھوانا بھی جائز نہ ہو گا۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337
Vol.3, No.4, 2025

رہن پر رکھے گئے مکان، دکان یا دیگر اشیاء کو اجارہ پر دینا

بعض لوگ قرض لے کر اضافی مکان یا دکان، وغیرہ رہن پر رکھوادیتے ہیں۔ رہن پر رکھی گئی چیز کو مرتہن کرایہ پر نہیں دے سکتا، کیوں کہ قرض کے بدلے کسی قسم کی منافع حاصل کرنا سود کے زمرے میں آتا ہے۔ اگر کسی نے خدانخواستہ مرہونہ شئ کرایہ پر دے دی تو رہن باطل ہو جائے گا اور مرتہن نے کرایہ کی مد میں جو رقم حاصل کی وہ راہن کی ہوگی، مرتہن کا اسے خود استعمال کرنا جائز نہیں۔[76]

طویل المیعاد قرضوں کے بدلے رہن رکھی گئی زمین سے پر کاشتکاری کرنا

آج کل زمینوں کو طویل المیعاد قرضوں کے بدلے رہن رکھوایا جاتا ہے اور ان زمینوں پر کاشت کاری کر کے نفع اٹھایا جاتا ہے، اور قرض کی ادائیگی کی صورت میں اصل مالک کو زمین واپس کر دی جاتی ہے مرہونہ شئی سے نفع اٹھانا شرعاً جائز نہیں ہے۔ جتنا فائدہ اٹھایا گیا وہ یا تو راہن کو دیا جائے یا قرض سے منہا کیا جائے۔ چنانچہ کفایت المفتی میں ہے: "زمین پر مرتہن کو صرف قبضہ کرنا جائز ہے، اس کو کاشت کرنا یا کاشت کے لیے کسی کو دینا جائز نہیں۔ اور اگر خود کاشت کرے تو اس کا پورا پورا کرایہ راہن کو ادا کرے، یا اس کی رقم میں سے وضع کرے، اور اگر کسی دوسرے کو کاشت کے لیے دی ہے تو اس کا پورا معاوضہ راہن کو دے یا رقم رہن میں سے وضع کرے۔"[77]

رہن پر رکھی گئی گاڑی/ موٹر سائیکل کا استعمال کرنا

رہن پر رکھی گئی سائیکل یا موٹر سائیکل کا استعمال جائز نہیں، اور نہ اسے کرایہ پر دے سکتے ہیں، البتہ استعمال کا کرایہ مارکیٹ ویلیو کے مطابق طے کر کے اسے قرض سے منہا کیا جاسکتا ہے۔

زیورات رہن پر رکھنا

زیورات کو رہن پر رکھوایا جاسکتا ہے، البتہ انہیں خود استعمال نہیں کر سکتے ہیں، نہ آگے کسی کو استعمال کے لیے دے سکتے ہیں اور نہ اجارہ پر دے سکتے ہیں۔

مال مسروق سے انتفاع کی مروجہ صورتیں اور ان کے شرعی احکام

چوری کا مال ہو یا غصب کا دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ ان اموال سے انتفاع کرنا حرام ہے، جس پر توبہ و استغفار ضروری ہے۔ توبہ کے بعد اگر وہ مال موجود ہو تو اسے بعینہ مالک کو واپس کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ خرچ کر دیا گیا تو اگر وہ مثلیات میں سے ہے یعنی اس جیسی چیز بازار سے مل سکتی ہے تو ویسی ہی چیز دینا ضروری ہے، اور اگر وہ چیز بازار سے ختم ہوگئی ہو اور نہ ملتی ہو تو پھر جس دن بازار سے منقطع (Short) ہوئی ہو، اس دن کی قیمت دینا ضروری ہے۔ اگر مغصوب چیز ذوات القیم میں سے ہے یعنی اس جیسی چیز ملنا مشکل ہے، تو پھر جس دن وہ چیز غصب کی اُس دن کی قیمت دینا ضروری ہے۔[78] اِس تفصیلی حکم کی روشنی میں سرقہ و غصب کی تقریباً تمام معاصر صورتوں کا حکم مل جاتا ہے۔

چوری شدہ بجلی یا گیس کا ضمان

آج کل دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ مختلف ہتھکنڈے استعمال کر کے بجلی یا گیس چوری کرتے ہیں، جیسے کنڈہ لگا کہ بجلی استعمال کرنا یا بغیر میٹر کے بجلی و گیس استعمال کرنا۔ یاد رہے کہ بجلی یا گیس چوری کر کے استعمال کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ یہ اجتماعی و مشترکہ اموال میں غبن اور خیانت ہے، جس کی تلافی بہت مشکل ہے۔ جتنی بجلی اور گیس چوری کی اس کا غالب اندازہ کر کے اتنی رقم محکمہ میں جمع کروانا ضروری ہے۔ سرکاری اموال چونکہ پوری قوم کے ہوتے ہیں اس لیے ان میں بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔

چوری شدہ مال سے کاروبار کرنا

چوری کے مال سے اگر کسی نے کاروبار کیا یا اس رقم کو کسی کاروبار میں لگایا تو اس سے انتفاع جائز نہیں۔ وہ مال اگر اپنی اصل حالت میں موجود ہو تو مالک کو بعنیہ واپس دینا ضروری ہے، ورنہ اس کا مثل دینا ضروری ہے اور وہ بھی نہ ہو تو اس کی قیمت دینا ضروری ہے۔ اسی طرح چوری کے مال سے حاصل کردہ نفع بھی مالک کو دینا ضروری ہے۔

THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

چوری شدہ موبائل خریدنا

آج کل بعض بدبخت موبائل چوری کر کے اسے آگے بیچنے کا کاروبار کرتے ہیں۔ یہ بہت ہی گھٹیا اور کمینی حرکت ہے۔ اس سے توبہ و استغفار کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی کو یہ یقینی معلوم ہو کہ فلاں شخص چوری کا موبائل بیچتا ہے تو اس سے خریدنا ہرگز جائز نہیں۔[79]

مغصوبہ اشیاء سے انتفاع کی مروجہ صورتیں اور ان کے شرعی احکام

زمین غصب کی تو اس کی تلافی کا طریقہ

اگر کسی نے زمین غصب کی تو دو حالتیں ہیں: یا تو وہ زمین ویسی ہی ہے یا اس پر تعمیرات کر دیں، اگر زمین خالی ہے تو فوراً مالک کے حوالے کرنا ضروری ہے اور اگر اس پر تعمیرات کر دیں تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو ملبہ کی قیمت دے دے اور مکان خود رکھ لے یا وہ زمین غاصب کو بیچ دے[80] یا غاصب کو زمین کرایہ پر دے دے، اس صورت میں مکان غاصب کی ملکیت میں رہے گا اور زمین مالک کی ملکیت میں رہے گی۔ مالک زمین کا کرایہ لیتا رہے گا۔ بہرحال کوشش کی جائے کہ وہ صورت اختیار کی جائے جس میں دونوں نقصان سے بچ سکیں۔

گھر کی دیوار باہر دوسروں کی زمین کی طرف نکالنا

اپنی زمین سے تجاوز کرتے ہوئے دوسروں کی زمین کا ایک فٹ بھی قبضہ کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ اگر یہ اجتماعی و مشترکہ راستے کی طرف تجاوزات ہوں تو یہ اور بھی زیادہ سنگین ہے کیوں کہ اس سے ہزاروں لوگوں کا حق غصب ہوتا ہے۔[81] حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کو یہ زمین قیامت کے دن طوق بنا کر گلے میں ڈالی جائے گی۔[82] گورنمنٹ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بغیر کسی تفریق کہ ناجائز تجاوزات روکے، تاکہ لوگوں کے لیے آسانیاں ہوں۔

کسی کی چیز سے بغیر اجازت کے انتفاع کیا تو تلافی کا حکم

کسی کی کوئی چیز استعمال کرنی ہو تو اس سے اجازت لینا ضروری ہے۔ اجازت چاہے حقیقی ہو کہ اس سے پوچھ کہ استعمال کی جائے، یا حکمی ہو مثلاً یہ یقین ہو کہ اس کے استعمال کرنے پر مالک کچھ نہیں کہے گا۔ بغیر اجازت کسی کی چیز استعمال کرنا جائز نہیں۔[83] اگر کسی کی کوئی چیز بغیر اجازت استعمال کر دی تو اب تلافی کا طریقہ یہ ہے کہ مالک کو تفصیل بتا کہ معاف کروائے یا پھر اس کا بدلہ دے کہ اسے راضی کیا جائے۔[84]

موروثی زمین غصب کر کے اپنے نام کروانا

حق دار کو اس کے حق سے محروم کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اور یہ حق تلفی سب سے زیادہ وراثت کی تقسیم میں ہوتی ہے۔ وراثت کو تمام ورثاء میں ان کے حصص کے مطابق تقسیم کرنا واجب ہے، لہذا ورثاء میں سے کسی وارث کا دوسرے بہن بھائی کو حصہ نہ دینا، اس پر قبضہ کرنا اور اپنے نام انتقال کروانا بڑا ظلم ہے۔ اس سے غاصب وارث کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔ اس میں بدستور تمام ورثاء کو حق ثابت رہے گا۔[85]

غصب شدہ زمین پر مسجد کا حکم

اگر زمین غصب کر کے اس پر مسجد بنا دی گئی تو اس کے مالک سے اجازت لی جائے، اگر مالک نے اجازت دے دی تو یہ مسجدِ شرعی کے حکم میں ہو گی، ورنہ یہ مسجدِ شرعی نہیں کہلائے گی اور اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہو گا۔[86]

غصب شدہ مکان، دکان یا پلاٹ خرید کر انتفاع کرنا

اگر مکان وغیرہ خریدتے وقت یہ معلوم ہو کہ یہ غصب شدہ ہے تو اس کو خریدنا جائز نہیں۔ اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو خریدار کو گناہ نہ ہو گا، لیکن یہ بیع اصل مالک کی اجازت پر موقوف رہے گی۔ اگر مالک نے اس پر اپنی ملکیت اور حق ثابت کر دیا تو یہ مالک کا ہو گا اور خریدار کو غاصب سے رقم لینے کا حق ہو گا۔ البتہ اگر مالک اجازت دے دے تو یہ بیع جائز ہو گی اور مکان میں خریدار کی ملکیت ثابت ہو گی۔[87]

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

شاملات کی زمین کو غصب کر کے اپنے نام کروانا

شاملات وہ غیر آباد زمین کہلاتی ہے جو کسی علاقے یا گاؤں والوں کی مشترکہ جگہ ہوتی ہے، جہاں سے اس علاقہ کی ضروریات اور مصالح ومقاصد وابستہ ہوتے ہیں۔ اس پر سب اہل علاقہ کا حق ہوتا ہے، لہذا کسی شخص کا گورنمنٹ کی اجازت کے بغیر شاملات کی املاک کو بیچنا یا اس پر قبضہ کرنا جائز نہیں۔[88]

کسی کی رقم کو مالک کی اجازت کے بغیر تجارت میں لگانا

اگر کسی کی رقم اس کی اجازت کے بغیر کاروبار میں لگا دی گئی تو یہ غصب ہے۔ اس رقم سے جو نفع حاصل ہوا وہ مغصوبہ رقم سے حاصل ہوا، لہذا اصل رقم اور اس سے حاصل کردہ نفع مالک کو لوٹانا ضروری ہے۔ غاصب کا اس سے انتفاع کرنا جائز نہیں۔[89]

کرایہ کے مکان پر قبضہ کرنا

آج کل بعض جگہوں پر دیکھا گیا ہے کہ کرایہ دار مکان پر قبضہ کر لیتے ہیں، خاص کر اگر کرایہ دار اثرورسوخ والا ہو اور مالک کمزور ہو۔ یاد رہے کہ مالک اور کرایہ دار کے درمیان مکان کی خرید وفروخت نہیں ہوتی، بلکہ کرایہ داری کا معاہدہ ہوا ہوتا ہے۔ لہذا کرایہ دار کا مکان پر قبضہ کرنا ظلم اور غصب ہے، جو کبیرہ گناہ ہے، اور جس سے بچنا ضروری ہے۔[90]

کرایہ دار کا معاہدے کی مدت ختم ہونے پر مکان یا دکان خالی نہ کرنا

کرایہ دار کے ذمے لازم ہے کہ کرایہ داری کا معاہدہ ختم ہونے پر مکان ودوکان خالی کر کے مالک کے حوالے کرے۔ بلا عذر ٹال مٹول کرنا غصب اور ظلم ہے۔ معاہدہ مکمل ہونے کے بعد کرایہ دار مالک کی اجازت کے بغیر جتنی دیر مکان میں رہے گا غاصب شمار ہوگا۔

عصر حاضر میں سرکاری اَملاک واَموال سے انتفاع کی مروجہ صورتیں

سرکاری محکمہ جات کی اشیاء سے ذاتی انتفاع کا حکم

حکومتی املاک میں چونکہ ریاست کے ہر فرد کا حق ہوتا ہے، لہذا جیسے کسی کی ذاتی اشیاء اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں، ویسے ہی سرکاری املاک کو قانونی حدود سے ہٹ کر ذاتی استعمال میں لانا بھی جائز نہیں۔ سرکاری ادارے سے قلم، کاغذ یا کوئی اور چیز گھر لے جانا، اپنے ذاتی کاموں کے لیے فوٹو اسٹیٹ کروانا، وہاں کی کوئی چیز اپنے دوست واقارب کے استعمال کے لیے لے جانا، سرکاری زمینوں پر قبضہ کر کے اپنے نام کروانا اور سرکاری گاڑی کو ذاتی کاموں میں استعمال کرنا وغیرہ، یہ سب امور ناجائز اور حرام ہیں۔ چنانچہ علامہ خصکفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "لَا یَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي مَالِ غَیْرِہِ بِلَا إِذْنِہِ"[91] کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں۔ اجتماعی ومشترکہ املاک کے استعمال میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، کیوں کہ اس میں عوام کے ہر فرد کا حق ہوتا ہے اور اس کی تلافی بہت مشکل ہوتی ہے۔

سرکاری ادارہ جات میں ناقابل استعمال اشیاء سے انتفاع کا حکم

سرکاری ادارہ جات میں ناقابل استعمال اشیاء کو اپنے ذاتی استعمال میں لانا ہرگز جائز نہیں۔ اس کے بارے میں مجاز اتھارٹی سے اجازت لے کر اسے نیلام کر دیا جائے اور وہ رقم ادارہ ہی کے کسی مصرف میں استعمال کر دی جائے۔

سرکاری گاڑی سے ذاتی انتفاع کا حکم

بعض سرکاری ملازمین (افسران) کو گریڈ کے لحاظ سے گورنمنٹ کی طرف سے سرکاری گاڑی دی جاتی ہے، جس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ موصوف بروقت اور باآسانی اپنی ذمہ داریوں کو تندہی سے سرانجام دیں سکیں۔ سرکاری گاڑی اجتماعی ومشترکہ اموال سے آتی ہے، جو ملازم کے پاس امانت ہوتی ہے۔ گاڑی کو صرف انہی مقاصد اور ضروریات میں استعمال کر سکتے ہیں جن کی محکمہ کی طرف سے اجازت ہوتی ہے۔ گاڑی کو ان اصولوں سے ہٹ کر استعمال کرنا خیانت اور لائقِ مؤاخذہ ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

سرکاری اشیاء کی خرید و فروخت پر کمیشن لینا

سرکاری ادارہ اپنے لیے جب کوئی چیز خریدنے کے لیے کسی ملازم کو بھیجتا ہے تو وہ ملازم ادارے کا وکیل ہوتا ہے۔ وکیل کی خریداری کے معاہدات ادارے کی طرف منسوب ہوتے ہیں، لہٰذا دکاندار یا کمپنی اگر اس چیز کی قیمت میں کوئی رعایت کرتی ہے تو وہ رعایت یا کمیشن ادارے اور محکمہ کا ہوتا ہے، ملازم کا وہ کمیشن خود رکھنا قطعاً جائز نہیں، اور اگر ملازمین و افسران نے وہ چیز خرید کر زیادہ رقم کا بل بنوا کے دھونس دھاندلی کی تو یہ اجتماعی مال میں بدترین غبن اور خیانت ہو گی، جو سراسر ناجائز اور حرام ہے۔[92]

محکمہ کی طرف سے دی گئی طبی سہولیات سے انتفاع کا حکم

بعض محکمہ جات کی طرف سے ملازمین کو طبی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ انہیں کہا جاتا ہے کہ آپ ادویات کا بل دے کہ اس کی قیمت وصول کر سکتے ہیں۔ محکمہ کی طرف سے ان طبی سہولیات سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ اس سہولت کا ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ محکمہ نے صرف انہیں طبی سہولت دی ہوتی ہے، لیکن وہ اپنے تعلق والوں سے بھی ادویات کے بل لے کر محکمہ سے وصول کرتے ہیں، جو کہ ناجائز ہے۔ بعض لوگ تو غلط بیانی کر کے ڈاکٹر کو بیمار بتلا کر دوائیاں لکھوا لیتے ہیں، پھر وہ بل محکمہ سے وصول کر لیتے ہیں۔ بعض ڈاکٹر کو بھی اس سکیم میں شامل کر کے فرضی بل بنوا کر وہ رقم دونوں مل بھگت سے رکھ لیتے ہیں اور بعض اضافی دوائیں لے کر باہر بیچ دیتے ہیں، یہ تمام صورتیں ناجائز اور حرام ہیں، جن کی شرعاً و قانوناً قطعاً اجازت نہیں۔

سرکاری افسران و عہدے داران کا ہدایا و تحائف سے انتفاع کرنا

جب کوئی شخص سرکاری عہدہ پر فائز ہوتا ہے تو اس منصب پر اس کی ذاتی حیثیت کے بجائے عہدہ کی حیثیت زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ اسے ملنے والے تحائف دراصل اس عہدہ کے ہوتے ہیں۔ یہ تحائف بیت المال اور سرکاری خزانہ کی ملکیت ہوتے ہیں۔ بعض لوگ اپنے کام نکلوانے اور تعلقات بڑھانے کے لیے اِس عہدہ دار کی ضیافت کرتے ہیں اور ہدیہ دیتے ہیں، جو دراصل رشوت کا ایک مہذب طریقہ ہے۔ صاحب منصب کو اگر کسی نے اپنے ذاتی تعلق کی وجہ سے تحفہ دیا، تو اس کے لیے یہ ہدیہ و تحفہ استعمال کرنا جائز ہو گا اور اگر کسی نے اس عہدہ سے منفعت (Benifit) حاصل ہونے کی وجہ سے تحفہ دیا یا آئندہ منفعت حاصل ہونے کی امید اور طمع میں دیا تو وہ رشوت ہو گا۔ اس کی پہچان کا طریقہ یہ ہے اگر کسی شخص سے تحفہ کا لین دین عہدہ ملنے سے پہلے کا ہے، اس طور پر کہ اگر یہ شخص اس عہدہ پر نہ ہوتا تب بھی اسے تحفہ ملتا، تو ایسے تحفہ کا استعمال جائز ہے۔ لیکن اگر تحفہ عہدہ ملنے کے بعد عہدے کی وجہ سے ملا ہے اس طور پر کہ اگر عہدہ نہ ملتا تو اسے تحفہ بھی نہ ملتا تو یہ رشوت ہے، جس کا لینا دینا ناجائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی۔[93] لہٰذا صاحب منصب کا ہدایا و تحائف میں احتیاط ضروری ہے۔

سڑک کے کنارے سرکاری جگہوں پر تعمیرات کرنا

سڑک کے کنارے اگر کسی کی ملکیتی زمین نہ ہو بلکہ گورنمنٹ کی طرف جگہ چھوڑی گئی ہو تا کہ وہ عوامی مشترکہ مقاصد کے لیے یا آئندہ سڑک کی توسیع میں استعمال کی جا سکے۔ ایسی جگہ پر کسی شخص کا مکان یا دوکان تعمیر کرنا جائز نہیں۔ گورنمنٹ کو اختیار ہے جب چاہے دوکان مکان گرا کر زمین اجتماعی مقاصد کے لیے استعمال کرے۔[94]

نتائج

1. پٹواری اور پولیس کی ملازمت جائز ہے، بشرطیکہ رشوت سے بچیں۔
2. کمیشن پر چندہ کرنا اس طور پر کہ اجرت اسی چندہ سے دی جائے، جائز نہیں۔
3. ڈرائیور کی تنخواہ مقرر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ملازم رکھ دیا جائے یا اسے گاڑی طے شدہ اجرت کے ساتھ کرایہ پر دی جائے۔
4. ملازم کا مدت ملازمت سے پہلے ملازمت چھوڑنے پر ادارے کا تنخواہ کاٹنے کی شرط لگانا جائز نہیں۔
5. جعلی ڈگری کے ذریعے ملازمت حاصل کرنا جائز نہیں اور اگر اہلیت نہ ہو تو تنخواہ بھی حرام ہو گی۔

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

6. ملازم کا ادارے کے لیے چیز خریدتے وقت کمیشن رکھنا ناجائز ہے۔
7. عہدے دار کا وہ تحفہ لینا جائز ہے جو ذاتی تعلقات یا قرابت کی وجہ سے ہو، لیکن جو تحفہ عہدے کی وجہ سے ملے وہ لینا جائز نہیں۔
8. وکالت کا پیشہ جائز ہے البتہ ناحق مقدمہ کی اجرت ناجائز ہے۔
9. رینٹ پر گاڑی لینا، شادی کے کپڑے، برتن، ٹینٹ سروس کا سامان اور شادی ہال کرایہ پر لینا دینا جائز ہے۔
10. مروجہ پگڑی سسٹم جائز نہیں، البتہ سکیورٹی لینا جائز ہے۔
11. دکان کے سامنے ٹھیلہ لگوا کر ان سے کرایہ وصول کرنا جائز نہیں۔
12. فارمیسی لائسینس رکھنے والے کا آگے کسی میڈیکل سٹور والے کو لائسینس کرایہ پر دینا جائز نہیں۔
13. تعلیمی اداروں کا داخلہ فیس لینا جائز نہیں، البتہ ٹیسٹ منعقد کروانے پر ہونے والے اخرجات لینا جائز ہے۔
14. عاریت پر لی گئی زمین اور مکان پر تعمیرات نہیں کی جاسکتیں، البتہ معیر کی اجازت سے جو تعمیرات کیں وہ مستعیر کی ہوں گی۔
15. عاریت پر لی گئی گاڑی یا موٹر سائیکل اگر لاپرواہی سے استعمال کی اور نقصان ہوا تو مستعیر ضامن ہو گا، ورنہ نہیں۔
16. خودرو گھاس مباح ہے۔ اسے کاٹ کر ملکیت میں لائے بغیر بیچنا جائز نہیں۔
17. سمندر، ندی نالوں، دریاؤں اور آبشاروں کا پانی اور ان سے سے نکلنے والے جواہرات و موتی سے انتفاع مباح ہے۔
18. عید گاہ وقف ہونے میں مسجد کے حکم میں ہوتی ہے۔ اس کا ایسا استعمال جو جہت وقف کے خلاف ہو، درست نہیں۔
19. جس شخص کی غالب آمدن حرام ہو، اس کا چندہ مسجد میں لگانا جائز نہیں۔ البتہ غیر مسلم کا دیا ہوا چندہ مسجد میں لگاسکتے ہیں۔
20. مسجد کا پانی واقف یا مسجد کمیٹی کی اجازت سے باہر لے جاسکتے ہیں۔
21. وقف کی اشیاء کرایہ پر دے سکتے ہیں۔ اسی طرح مسجد کی ناقابل استعمال اشیاء بیچ سکتے ہیں، البتہ وہ رقم مسجد میں لگانا ضروری ہے۔
22. فلیٹ میں حق شفعہ ہو گا۔ ہدیہ کی گئی زمین پر حق شفعہ نہیں ہو گا، البتہ اگر ہدیہ کا کوئی عوض لیا گیا ہو تو حق شفعہ ہو گا۔
23. مسجد، مدرسہ یا وقف کی زمین کے ساتھ کوئی زمین بیچی گئ تو متولیان کو حق شفعہ نہیں ہو گا۔
24. مسجد میں نمازیوں کی بھولی اشیاء، یا گم شدہ جانور، یا سیلاب میں بہہ کے آئی اشیاء کے مالک کے انتظار کے بعد انہیں صدقہ کر دیا جائے۔
25. امانت رکھے گئے زیورات مالک کی اجازت کے بغیر خود استعمال کرنا جائز نہیں۔
26. مروجہ بی سی کے لیے جمع کی گئی رقم میں نوٹ تبدیل کیے جاسکتے ہیں۔
27. مرابحہ میں رہن رکھوانا جائز ہے۔ مشارکہ میں رہن رکھوانا درست نہیں۔
28. رہن پر رکھی گئی اشیاء اجارہ پر دینا درست نہیں اور نہ انہیں مرتہن استعمال کر سکتا ہے۔
29. بجلی اور گیس چوری کرنا قومی املاک میں چوری ہے جو کہ گناہ ہے۔ اسی طرح چوری کا مال خریدنا جائز نہیں۔
30. سرکاری اموال و املاک کا ذاتی استعمال درست نہیں۔ اسی طرح سرکاری اشیاء کی خرید و فروخت میں ملازم کا کمیشن رکھنا درست نہیں۔
31. محکمہ کی طرف سے دی گئی طبی امداد خود استعمال کر سکتے ہیں، البتہ آگے دوسروں کو دینا جائز نہیں۔

سفارشات وتجاویز

1. ارباب حل و عقد اور حکام بالا ملازمین کی کارگردگی کو بہتر بنانے کے لیے ممکنہ کردار اداء کریں۔ جتنی جائز نوکریاں رشوت سے لتھڑی ہیں، ان میں رشوت کا سدباب کریں۔

THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

Vol.3, No.4, 2025

2. چندہ کرنے کے لیے کمیشن کے بجائے اُتنی مدت کے لیے تنخواہ طے کر کے ملازم رکھا جائے اور اچھی کارکردگی پر انعام دیا جائے۔
3. مروجہ سودی بینکوں سے سود ختم کیا جائے اور غیر سودی بینکاری کو فروغ دیا جائے۔
4. ملازم کا مدت ملازمت سے پہلے ملازمت چھوڑنے پر ادارے کا تنخواہ کاٹنے کی شرط کو ختم کیا جائے۔
5. سرکاری اشیاء کی خریداری کے لیے کڑا بندوبست کیا جائے تاکہ کمیشن کے نام پر کرپشن کا خاتمہ ہو۔
6. سرکاری افسران کو دیے جانے والے تمام تحائف محکمہ میں جمع کروائے جائیں، سوائے ان تحائف کے جن کا لین دین منصب پر فائز ہونے سے پہلے کا ہو۔
7. وکالت کے پیشے میں ناحق مقدمہ کی اجرت کے لین دین پر پابندی لگائی جائے، تاکہ انصاف کی فراہمی آسان اور ممکن ہو۔
8. دکان ومکان کرایہ پر لینے میں پگڑی کے بجائے سیکورٹی لی جائے۔ کرایہ دار جو پگڑی دے کہ لمبے عرصہ تک اجارہ کا مستحق ہوتا ہے، اس کے متبادل کے طور پر مالک وکرایہ دار لمبے عرصہ کے لیے تحریری معاہدہ کریں، جس کی پابندی قانوناً لازمی قرار دی جائے۔
9. کرایہ جات بڑھانے کے حوالے سے مالک اور کرایہ دار دونوں کے فوائد کے پیش نظر رکھ کہ اصول وضوابط طے کیے جائیں۔
10. بازاروں میں دکانوں کے سامنے ٹھیلوں کو ختم کیا جائے۔ غریب اور مستحق تجار کو ٹھیلہ لگانے کے لیے سستے بازار کے نام سے مناسب جگہ دی جائے۔
11. وقف کی حفاظت کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں۔ مساجد اور مدارس کی بجلی فری کی جائے۔
12. وقف کی زائد اشیاء کرایہ پر دے کہ اور ناقابل استعمال چیزیں بیچ کر وقف کی آمدن میں اضافہ کیا جائے۔
13. مسجد میں نمازیوں کی بھولی اشیاء، گم شدہ جانور یا سیلاب میں بہہ کے آئی اشیاء کے لیے لقطہ سینٹر قائم کیے جائیں۔ جہاں ان اشیاء کے مالک کے انتظار کے بعد وہ اشیاء غرباء کو صدقہ کر دی جائیں۔
14. سرکاری افسران وملازمین کی تعیناتی میں تین صفات کو خاص اہمیت دی جائے: امید وار امانت دار ہو، سرکاری اشیاء کی حفاظت کرنے والا ہو اور مفوضہ کام خوب جاننے والا ہو۔
15. سرکاری املاک میں خیانت کرنے، چوری کرنے، غلط استعمال کرنے اور ان کے ضیاع پر سخت سزا اور جرمانہ کیا جائے۔

حوالہ جات

[1] مولانا عمید الزمان قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2001ء، ص:359

[2] محمد قدری باشا، مرشد الحیران إلى معرفة أحوال الإنسان، المطبعة الكبرى الأميرية بولاق، 1891ء، ص:5، مادة:13

[3] محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين، رد المحتار على الدر المختار، دار الفكر بيروت، 1992ء، ج:6، ص:70

[4] مفتی رشید احمد لدھیانوی، احسن الفتاوی، ایم ایچ سعید کمپنی کراچی، 1425ھ، ج:7، ص:301

[5] مفتی محمود گنگوہی، فتاوی محمودیہ، ادارۃ الفاروق کراچی، ج:16، ص:629

[6] مفتی سید عبد الرحیم لاجپوری، فتاوی رحیمیہ، دار الاشاعت کراچی، 2009ء، ج:9، ص:303

[7] احسن الفتاوی، مرجع سابق،، ج:7، ص:276

[8] مفتی محمد تقی عثمانی، فتاوی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن کراچی، 2013ء، ج:3، ص:396،395

[9] مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2008ء، ج:4، ص:135

[10] دار الافتاء والقضاء، جامعہ بنوریہ عالمیہ، کراچی، فتوی نمبر:10426، تاریخ اجراء:12/09/2010

[11] احسن الفتاوی، مرجع سابق، ج:7، ص:265

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337
Vol.3, No.4, 2025

[12] ابو عیسی محمد بن عیسی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی کراھیۃ الغش فی البیوع، رقم الحدیث:1315

[13] حید علی آفندی، درر الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام، دار الکتب العلمیۃ بیروت، س ن، ج:3، ص:604

[14] سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد، باب فی کراھیۃ الرشوۃ، رقم الحدیث:3580

[15] جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ، مرجع سابق، ص:125

[16] علاء الدین، أبو بکر بن مسعود الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیۃ، 1986ء، ج:4، ص:208

[17] الشیخ نظام الدین وجماعۃ من الہند، الفتاوی الہندیۃ، دار الفکر بیروت، 1991ء، ج:4، ص:451

[18] فتاوی رحیمیہ، مرجع سابق، ج:10، ص:238

[19] درر الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام، مرجع سابق، مادۃ:427، ج:01، ص:391

[20] زین الدین بن ابراہیم المعروف بابن نجیم المصری، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار الکتاب الاسلامی، س ن، ج:08، ص:14

[21] رد المحتار علی الدر المختار، مرجع سابق، ج:6، ص:34

[22] جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ، مرجع سابق، ص:430

[23] عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان، مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، دار احیاء التراث العربی، س، ن، ج:2، ص:377

[24] مولانا اشرف علی تھانوی، امداد الفتاوی، مکتبہ دار لعلوم کراچی، ج:03، ص:63

[25] فتاوی عثمانی، مرجع سابق، ج:03، ص:405

[26] ایضاً، ص:406

[27] دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی، فتوی نمبر57730، تاریخ اجراء:2017/04/22

[28] رد المحتار علی الدر المختار، مرجع سابق، ج:6، ص:29

[29] حاشیہ ابن عابدین شامی، ج:6، ص:592

[30] لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیہ، مجلۃ الاحکام العدلیہ، نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب، آرام باغ کراچی، س ن، مادۃ:529، ص:99

[31] رد المحتار علی در المختار، مرجع سابق، ج:06، ص:46

[32] دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی، فتوٰی نمبر:7629، تاریخ اجراء:2022/03/05

[33] مفتی محمد تقی عثمانی، بحوث قضایا الفقہیہ المعاصرۃ، مکتبہ دار العلوم کراچی، ج:1، ص:115،114

[34] دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی، فتوی نمبر57730، تاریخ اجراء:2017/04/22

[35] مفتی کفایۃ اللہ دہلوی، کفایت المفتی، دار الاشاعت کراچی، 2001ء، ج:7، ص:313

[36] رد المحتار علی الدر المختار، مرجع سابق، ج:04، ص:61

[37] جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ، مرجع سابق، ص:419،418

[38] رد المحتار علی الدر المختار، مرجع سابق، ج:6، ص:5

[39] القرآن(195:02)

[40] جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ، مرجع سابق، ص:425

[41] مفتی محمد تقی العثمانی، تکملہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم، مکتبہ دار العلوم کراچی، 2019ء، ج:1، ص:236

[42] جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ، مرجع سابق، ص:435

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.3, No.4, 2025
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

[43] تکملہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم، مرجع سابق، ج:1، ص:236

[44] الفتاوی الہندیہ، مرجع سابق، ج:4، ص:449

[45] محمود بن احمد بن الصدر الشہید، المحیط البرہانی، دار احیاء التراث العربی، س ن، ج:8، ص:81

[46] البحر الرائق شرح کنز الد قائق، مرجع سابق، ج:07، ص:280

[47] المبسوط، مرجع سابق، ج:11، ص:55

[48] المحیط البرہانی، مرجع سابق، ج:05، ص:519

[49] بدائع الصنائع، مرجع سابق، ج:06، ص:216

[50] دررُ الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام، مرجع سابق، مادۃ:769، ج:02، ص:242

[51] مفتی سید عابد شاہ، حلال و حرام کے شرعی احکام، المنہل پبلشرز کراچی، س ن، ص:193...195

[52] بدائع الصنائع، مرجع سابق، ج:04، ص:175

[53] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ، باب من قال إن صاحب الماء أحق بالماء، رقم الحدیث:2353

[54] مجمع الأنھر فی شرح ملتقی الأبحر، مرجع سابق، ج:08، ص:245

[55] الفتاوی الہندیۃ، مرجع سابق، ج:05، ص:289

[56] دار الافتاء جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کرچی، فتوی نمبر:144407100892

[57] دار الافتاء جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاون کراچی، فتوی نمبر:144111200965

[58] قاضی فخر الدین حسن بن منصور، فتاوی قاضی خان، س ن، ج:03، ص:176

[59] کفایت المفتی، مرجع سابق، ج:07، ص:108،107

[60] ایضاً، ج:07، ص:70،69

[61] ایضاً، ج:07، ص:102

[62] الفتاوی الہندیۃ، مرجع سابق، ج:05، ص:341

[63] علامہ فخر الدین زیلعی، تبیین الحقائق شرح کنز الد قائق، المطبعۃ الکبری الآمیریۃ، قاہرہ، 1313ھ، ج:03، ص:328

[64] رد المحتار علی الدر المختار، مرجع سابق، ج:06، ص:186

[65] مجلۃ الاحکام العدلیۃ، مرجع سابق، مادۃ:1011، ص:196

[66] کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الھام، فتح القدیر، دار الفکر بیروت، س ن، ج:09، ص:407

[67] ابو الحسن علی بن حسین السغدی، النتف فی الفتاوی، مؤسسۃ الرسالہ عمان، 1984ء، ج:01، ص:499

[68] تبیین الحقائق شرح کنز الد قائق، ج:03، ص:302

[69] الفتاوی الہندیہ، مرجع سابق، ج:17، ص:368

[70] مجلۃ الاحکام العدلیۃ، مرجع سابق، ص:145

[71] البحرائق شرح کنز الد قائق، مرجع سابق، ج:02، ص:228

[72] الفتاوی الہندیہ، مرجع سابق، ج:04، ص:338

[73] دار الافتاء جامعۃ الرشید، کراچی، فتوی نمبر:79958، تاریخ اجراء:9مارچ،2023، بحوالہ مجلۃ الاحکام العدلیۃ، مادۃ:788، ص:151

THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

[74] الموسوعۃ الکویتیہ الفقہیہ، مرجع سابق، ج:43، ص:55

[75] فتاوی عثمانی، مرجع سابق، ج:03، ص:434،435

[76] رد المحتار علی الدر المختار، مرجع سابق، ج:06، ص:511

[77] کفایت المفتی، مرجع سابق، ج:08، ص:144

[78] الہدایۃ، محولا بالا، ج:3، ص:516، الدر المختار علی رد المحتار، مرجع سابق، ج:05، ص:128

[79] محمد بن عبد اللہ الحاکم نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1990ء، رقم الحدیث:2253، ج:2، ص:291

[80] مجلۃ الاحکام العدلیہ، مرجع سابق، مادہ906، ص:175

[81] رد المحتار علی الدر المختار، مرجع سابق، ج:04، ص:61

[82] مسلم ابن الحجاج، نیشاپوری، صحیح مسلم، باب تحریم الظلم وغصب الأرض وغیرھا، رقم الحدیث:138

[83] مجلۃ الاحکام العدلیہ، مرجع سابق، مادہ:96، ص:27

[84] علی بن محمد، المعروف ملاں علی القاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب الغصب والعاریۃ، دار الفکر بیروت، 2002ء

[85] الفتاوی الہندیۃ، مرجع سابق، ج:05، ص:119

[86] فتاوی شامی، مرجع سابق، ج:01، ص:381

[87] الفتاوی الہندیہ، مرجع سابق، ج:03، ص:165

[88] درر الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام، مرجع سابق، مادہ:1271، ج:03، ص:280

[89] بدائع الصنائع، مرجع سابق، ج:07، ص:154

[90] مسلم ابن الحجاج، نیشاپوری، صحیح مسلم، باب تحریم الظلم وغصب الآرض وغیرھا، رقم الحدیث:138

[91] علاؤالدین بن علی الحصکفی، الدر المختار شرح تنویر الابصار، دار الفکر بیروت، 1386ھ، ج:6، ص:200

[92] درر الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام، ج:3، ص:604

[93] سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، باب فی کراھیۃ الرشوۃ، رقم الحدیث:3580

[94] رد المحتار علی الدر المختار، مرجع سابق، ج:06، ص:194.....200

THE STUDY OF
RELIGION AND HISTORY

Vol.3, No.4, 2025

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337